رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۷

عام قیمت سالانہ [illegible]

قیمت فی پرچہ ۴ر

یا ایہا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا

البرہان

یعنی

اسلامی علمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ تاریخی مضامین کا ماہوار رسالہ

بہ سرپرستی

سرکار علامہ الشیخ عبد العلی ہردی الطہرانی مدظلہ العالی

مرتبہ

سید محمد سبطین سرسوی

فہرست مضامین

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ ہجری القدس مطابق ماہ جولائی ۱۹۱۵ء

باہتمام مینجر رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور میں چھپ کر بازار حکیماں لاہور سے شائع ہوا

اغراض و مقاصد

(۱) اسلام کی تعلیم سے پبلک کو آگاہ کرنا اور بتلانا کہ اسلام کیا ہے؟ (۲) حقیقت و حقیقت قرآن اور اس کے احکام کی خوبی اور اسکی جامعیت کا بیان کرنا کہ وہ جملہ ضروریات باحتیاج عالم من حیث الفطرۃ والاجتماع پر حاوی ہے اور تمام شبہات سے منزہ (۳) حقیقت و حقیقت مطلق نبوت اور اسکے کمالات ختم نبوت و خاتم النبیین کے فضائل و علوم کمالات کا دکھانا۔ (۴) آنحضرت کے اخلاق حسنہ و طریق تعلیم کا بیان کہ کس طرح عرب جیسی جاہل و سرکش قوم کو اپنا مطیع بنا لیا تھا۔ اور غیر مذہب کیساتھ آپکا حسن سلوک کیسا تھا۔ (۵) اسلام کے تنزل کے اسباب کا بیان اور اسکی ترقی کی بہترین تدابیر و ذرائع سے جو موافق تعلیم اسلام ہوں اہل اسلام کو آگاہ کرنا۔ (۶) اتفاق و اتحاد کی ضرورت اور اسکی تدابیر بتلانا۔ (۷) تحقیقات علمیہ و اکتشافات فلسفیہ سے پبلک کو فایدہ پہنچانا۔ (۸) اردو لٹریچر کو علمی۔ تاریخی۔ تمدنی و اخلاقی مضامین کے اضافہ سے ترقی دینا۔

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو شایع ہوگا۔ (۲) عام سالانہ چندہ جو ہر ایک سے پیشگی لیا جائیگا عہ ۸ر خاص ۵ـہ۔ رؤسا سے عہ ۱۰ و ۱۵ والیان ریاست سے جو کچھ وہ عنایت فرمائیں غربا سے خاص رعایت کیجائیگی قیمت فی پرچہ ۳ر (۳) جن اصحاب کے پاس کسی وجہ سے کوئی نمبر نہ پہنچے وہ تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں۔ دس تاریخ کے بعد رسالہ دوبارہ بلا قیمت روانہ نہ کیا جائیگا۔ (۴) جواب طلب امور کیواسطے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔ خط پر چٹ کا نمبر ضرور ہونا چاہیے (۵) جو صاحب اپنا پتہ بدلوانا چاہیں۔ تاریخ روانگی سے ایک ہفتہ پہلے دفتر کو مطلع فرمائیں ورنہ عدم اطلاع کے سبب جو رسالے ضائع ہوں۔ انکی شکایت معاف (۶) جو حضرات پانچ خریدار بہم پہنچائیں اور ان کا چندہ نقد عطا فرمائیں انکی خدمت میں "البرہان" سال بھر تک بطور نذر حاضر ہوتا رہیگا۔ (۷) مضمون نگار صاحبان کو ہر ایک مضمون میں تہذیب اور قانون کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین

البرہان

جلد ۵ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ | نمبر ۹

شان امام مبین نمبر ۳

المقصد الثالث فی تعریف الامام من کلام الامام من حیث الصفات والابدان والارواح۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا علی ولی امام انام ہو سدا آپ پر درود و سلام

(امامت کلیہ کی تعریف امام مبینؑ کی زبان حقائق بیان سے

اصول کافی میں عبد العزیز بن مسلم سے مروی ہے کہ جب ہم جناب امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ مقام مرو میں تھے۔ پس بروز جمعہ ہم جامع مسجد میں گئے۔ اور وہاں امر امامت پر بحث شروع ہوئی۔ لوگوں نے مختلف رائیں ظاہر کیں۔ کسی نے کسی کو امام بتلایا اور کسی نے کسی کو۔ جب میں اپنے امامؑ برحق اور سردار مطلق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں کا خیال امر امامت میں بیان کیا۔

پس حضرت امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا۔ یا عبد العزیز
جھل القوم وخدعوا عن ارائھم ان اللہ عزوجل لم یقبض نبیہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم حتی اکمل الدین وانزل علیہ القرآن
فیہ تبیان کل شئ بین فیہ الحلال والحرام والحدود والاحکام
وجمیع مایحتاج الیہ الناس کملاً فقال عزوجل مافرطنا فی الکتاب
من شئ وانزل فی حجۃ الوداع وھی اخر عمرہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا۔ وامر الامامۃ من تمام الدین ولم یمض صلی اللہ علیہ و
الہ وسلم حتی بین لامتہ معالم دینھم واوضح لھم سبیلھم
وترکھم علی قصد سبیل الحق واقام لھم علیاً علماً وامامًا وما
ترک شیئاً یحتاج الیہ الامۃ الا بینہ فمن زعم ان اللہ
عزوجل لم یکمل دینہ فقد رد کتاب اللہ ومن رد کتاب اللہ
فھو کافر ھل تعرفون قدر الامامۃ ومحلھا من الامۃ فیجوز
فیھا اختیارھم ان الامامۃ جل قدراً واعظم شانا واعلی
مکانا وامنع جانبا وابعد غورا من ان یبلغھا الناس بعقولھم
اوینالوھا بارائھم ویقیموا اماما باختیارھم ان الامامۃ
خص اللہ عزوجل بھا ابراھیم الخلیل بعد النبوۃ والخلۃ
مرتبۃ ثالثۃ وفضیلۃ شرفہ بھا واشاد بھا ذکرہ فقال
انی جاعلک للناس اماما فقال الخلیل سروراً بھا ومن
ذریتی قال اللہ تبارک وتعالی لاینال عھدی الظالمین
وابطلت ھذہ الایۃ امامۃ کل ظالم الی یوم القیمۃ وصارت فی الصفوۃ

ثم اکرمہ اللہ تعالیٰ بان جعل فی ذریتہ اہل الصفوۃ والطہارۃ
فقال و وہبنا لہ اسحٰق و یعقوب نافلۃ وکلا جعلنا صالحین و
جعلناہم ائمۃ یہدون بامرنا و اوحینا الیہم فعل الخیرات و
اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وکانوا لنا عابدین۔ فلم تزل فی ذریتہ
یرثہا بعض عن بعض قرنا فقرنا حتی ورثہا عزوجل النبی صلی اللہ
علیہ والہ فقال جل وتعالیٰ۔ ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ
وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین فکانت لہ خاصۃ
فقلدہا صلی اللہ علیہ والہ وسلم علیا بامر اللہ عزوجل علی
رسم ما فرض اللہ فصارت فی ذریتہ الاصفیاء الذین اتاہم اللہ
العلم والایمان بقولہ جل وعلا وقال الذین اوتو العلم والایمان
لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث فہی فی ولد علی خاصۃ الی
یوم القیمۃ اذ لا نبی بعد محمد فمن این یختار ہولاء الجہال۔ ان
الامامۃ ہی منزلۃ الانبیاء وارث الاوصیاء ان الامامۃ خلافۃ
اللہ وخلافۃ الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ومقام امیر المومنین
ومیراث الحسنؑ والحسینؑ ان الامامۃ زمام الدین ونظام المسلمین
وصلاح الدنیا وعز المومنین ان الامامۃ اُسُّ الاسلام النامی
وفرعہ السامی۔ بالامام تمام الصلوۃ والزکوۃ والصیام والحج
والجہاد وتوفیر الفئ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام
ومنع الثغور والاطراف۔ الامام یحل حلال اللہ ویحرم حرام
اللہ ویقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ ویدعوا الی سبیل
ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والحجۃ البالغۃ۔ الامام

ام طبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یفقھون ام قالو سمعنا وھم لا یسمعون

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون ولو علم اللہ

فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون ام قالو

سمعنا وعصینا۔

بل ھو فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

فکیف لھم باختیار الامام والامام عالم لا یجھل وداع لا ینکل

معدن القدس والطہارۃ والنسک والزھادۃ والعلم والعبادۃ

مخصوص بدعوۃ الرسول ونسل المطہرۃ البتول لا مغمز فیہ

فی نسب ولا یدانیہ ذو حسب فی البیت من قریش والذروۃ

من ھاشم والعترۃ من الرسول والرضا من اللہ عزوجل شرف

الاشراف والفرع من عبد مناف نامی العلم کامل الحلم مضطلع

بالامامۃ عالم بالسیاسۃ مفروض الطاعۃ قائم بامر اللہ

عزوجل ناصح لعباد اللہ عزوجل حافظ لدین اللہ۔ ان الانبیاء

والائمۃ یوفقھم اللہ ویوتیھم من مخزون علمہ وحکمہ ما لا

یوتیہ غیرھم فیکون علمھم فوق علم اھل زمانھم۔ فی قولہ

جل وتعالی۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی

الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون وقولہ تبارک وتعالی و

من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ وقولہ فی طالوت ان اللہ

اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یوتی

ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ وقال لنبیہ۔ انزل علیک

الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ

مبیرک عظیما وقال فی الائمۃ من اہل بیت بنیہ وعترتہ و
ذریتہ ام یحسدون الناس علی ما اتٰھم اللہ من فضلہ فقد
اتینا ال ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکا عظیما فمنھم
من امن بہ ومنھم من صد عنہ وکفی بجہنم سعیرا وان العبد
اذا اختارہ اللہ عز وجل لامور عبادہ شرح صدرہ لذالک
واودع قلبہ ینابیع الحکمۃ والھمہ العلم الھاما فلم یعی
بعدہ بجواب ولا یتحیر فیہ عن الصواب فھو معصوم مویدٌ
موفق مسدد قد امن من الخطاء والزلل والعثار یخصہ اللہ
بذالک لیکون حجتہ علی عبادہ وشاھدہ علٰے خلقہ وذالک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم فھل یقدرون
علی مثل ھذا فیختارونہ او یکون مختارھم بھذہ الصفۃ
فیقدمونہ۔ تعدوا وبیت اللہ الحق ونبذوا کتاب اللہ
وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون وفی کتاب اللہ الھدٰے والشفا
فنبذوہ واتبعوا اھواءھم فذمھم اللہ ومقتھم واتعسھم
فقال جل وتعالٰی ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ
ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ وقال فتعسا لھم واضل
اعمالھم وقال کبر مقتا عند اللہ وعند الذین امنو کذالک
یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ وصلی اللہ علی النبی محمد
والہ وسلم تسلیما کثیرا۔ ترجمہ لفظی۔ اے عبدالعزیز یہ لوگ بالکل
ناواقف ہیں ان کی رایوں نے ان کو دھوکا دیا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے
جب تک دین اسلام کو کامل نہیں کرلیا۔ اپنے نبیؐ کو اس جہان سے نہیں بلایا۔

پس اُس جناب نے بحکم پروردگار اس عہدہ جلیل الشان کو بطریق سنت خداوندی اپنے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سونپا۔ پس علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں اصفیا اور اتقیا مخلوق ہوئے۔ جن کو خداوند علیم وحکیم نے علم وہبی اور ایمان لدُنی عنایت فرمایا جسکا بیان آیہ مجیدہ میں مذکور ہے وقال الذین اُوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث اور کہینگے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ بالتحقیق تم کتاب اللہ (یعنی عالم دنیا یا برزخ) میں یوم بعث تک ٹھہرے ہو۔ پس وہ امامت اب اولاد علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قیامت تک محصور اور مخصوص ہے، کیونکہ بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں ہے۔ پس یہ جہال کہاں سے امامت کو اختیار کرتے ہیں!! ؟ کیونکہ امامت مقامِ انبیاء اور میراثِ اوصیاء ہے۔ بالتحقیق کہ امامت خلافت اللہ اور خلافت الرسولؐ ہے۔ اور مقام امیر المومنین اور میراث حسنؑ اور حسینؑ ہے۔ بالتحقیق کہ امامت سلکِ دین نظام مسلمین درستی دنیا و دین اور عزت نمودار مومنین ہے۔

بالتحقیق کہ امامت اصل اسلام عالی اور اُس کی فرع متعالی ہے۔ امام سے کامل ہوتی ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور جہاد اور زیادتی غنیمت اور صدقات کی اور جاری کرنا حدود اور احکام کا اور حفاظت سرحد اور اطراف کی۔ امام وہ ہے جو حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو اور قائم کرتا ہے حدود اللہ کو اور حفاظت کرتا ہے دین خدا کی۔ اور بلاتا ہے لوگوں کو اپنے پروردگار کی سبیل کیطرف حکمت موعظہ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ۔ امام شمس نصف النہار کی طرح ہے جو اپنی شعاع ضیا بار سے عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور خود اسقدر بلند مقام پر ہوتا ہے کہ نہ تو وہاں تک کوئی ہاتھ پہنچ سکتا ہے اور نہ نظر کام کر سکتی ہے۔ امام بدر منیر

چراغ روشن نور ساطع اور ستارۂ رہبر ہے۔ راتوں کی تاریکیوں میں شہروں کے چوراہوں میں چٹیل میدانوں میں اور بے نقاہ سمندروں میں۔ امام آب شیریں ہے پیاسے کے لئے راہبر ہے ہدایت کی طرف اور نجات دینے والا ہے ہلاکت سے۔ امام آگ ہے بلند مقام پر (اسخیاء عرب قحط سالیوں میں بلند مقام پر آگ روشن کر دیتے تھے تاکہ بھولا بھٹکا دور سے اُسے دیکھکر اُن کے پاس آجائے) اور حرارت ہے سرما خوردہ کے لئے اور راہبر ہے خوفناک مقاموں میں جو اُسکو چھوڑ دیگا وہ ہلاک ہو جائیگا امام بادل ہے برسنے والا گھٹا ہے جھڑی والی سورج ہے ضیا بار آسمان ہے سایہ دار زمین ہے پُرفضا چشمہ ہے جاری تالاب ہے پُرآب اور سبزہ زار ہے پُر بہار۔ امام انیس و رفیق و والدِ شفیق حقیقی بھائی مادر مہربان اور آفتوں اور بلاؤں میں جائے پناہ ہے۔ امام خداوند عالم کا امین ہے اُسکی مخلوقات میں اور حجت ہے اُسکی اُسکے عباد میں اور خلیفہ ہے اُسکا اُس کی سلطنت میں اور بلانے والا ہے طرف اللہ کے اور محافظ ہے اُس کے حرم کا امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری ہے مخصوص ہے علم سے موسوم ہے حلم سے دین کا نظام ہے۔ مسلمانوں کی عزت ہے۔ منافقوں کے لئے غیظ و غضب ہے۔ اور کفار کے لئے ہلاکت امام یکتا ہے اپنے زمانہ کا کوئی اُس کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی عالم اُس کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اُسکا بدل مل سکتا ہے اور نہ اُسکا مثل و نظیر ہوتا ہے۔ تمام فضائل اُس کے ساتھ مخصوص ہیں بغیر طلب اور اکتساب کے اور یہ اُس کو خصوصیت ملی ہے مفضل وہاب سے پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کر سکے اور کس کی مجال ہے کہ اپنی مرضی سے جس کو چاہے امام منالے بہت دور ہے! بہت دور ہے!! عقل گمراہ ہے دانش پریشان ہے خرد حیران ہے آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ بڑے بڑے حقیر ہو گئے حکماء متحیر ہیں۔ صاحبان دانش قاصر ہیں خطباء گنگ ہیں داناجاہل ہیں شعراء تھک گئے اُدبا عاجز ہو گئے بُلغاء رہ گئے

کہ امام کی کوئی شان یا فضیلت بیان کریں اور اپنے عجز اور تقصیر کا اقرار کیا!!!
اور کیونکہ اس کے سارے وصف یا نعت بالکنہ بیان ہو سکے۔ یا اُس کا کوئی امر سمجھ میں
آئے۔ یا کوئی اُس کا قائم مقام ہو سکے یا اُس سے مستغنی کر سکے ہرگز نہیں کس طرح اور
کہاں! وہ تو ثریا کی طرح لوگوں کے ہاتھوں اور تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے
بلند اور دور ہے!! پس ایسے کو کہاں سے اختیار کر سکتے ہیں اور اُس تک عقلیں کب
پہنچ سکتی ہیں اور ایسا کہاں مل سکتا ہے۔!!! کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ ایسا شخص غیر آل
رسولؐ میں مل سکتا ہے؟ قسم بخدائے عزوجل کہ اُن کے نفسوں نے اُن کو دھوکا دیا
ہے۔ اور اُن کے خیالات باطلہ نے اُن کو جھوٹی آرزو میں رکھا ہے۔ پس چڑھ گئے ہیں
ایک مقامِ دشوار گزار اور دھلک پر جہاں سے پھسل کر تحت الثریٰ میں گریں گے قصد
کیا ہے اُنہوں نے امام کا مقرر کرنا اپنی عقول متحیرہ ہالکہ ناقصہ اور گمراہ رایوں سے پس
نہیں ترقی کی اُنہوں نے مگر یہ کہ امام حق سے بہت دور ہو گئے۔ قاتلھم اللہ انی
یوفکون۔ بالتحقیق کہ اُنہوں نے بڑی جرأت کی ہے اور جھوٹ کہا ہے اور سخت
گمراہی میں پڑ گئے ہیں اور دیدہ دانستہ امام حق کو چھوڑ کر حیران ہو گئے ہیں اور شیطان
نے اُن کے اعمال کو اُن کی نظروں میں زینت دے رکھا ہے پس طریق حق سے اُن کو
روک دیا ہے اور حالانکہ سمجھ دار تھے! اللہ اور اُس کے رسولؐ کے اختیار سے اعراض
کر کے اپنے اختیار کو اُنہوں نے ترجیح دی ہے اور حالانکہ قرآن مجید فرقان حمید اُن کو
پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ
من امرھم سبحان اللہ عما یشرکون تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے
اور جس کو چاہتا ہے مختار بناتا ہے۔ اُن کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس کو چاہیں اپنا
مختار بنا لیں۔ خداوند عالم اُن کے اس شرک فی الاختیار سے مقدس ہے۔ اور دوسری
آیت میں خدائے بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا

قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم کسی مومن اور مومنہ کو اختیار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنی مرضی سے اُس میں تغیر و تبدل کریں۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ مالکم کیف تحکمون الخ نہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو آیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو اور تمہارے واسطے اس میں جو کچھ چاہو موجود ہے یا تمہارا عہد و پیمان کامل ہم پر قیامت تک یہ ہے کہ جو کچھ تم حکم لگاؤ وہ ہم کو منظور ہے؟ اے پیغمبر ذرا اُن سے پوچھ تو سہی کہ اس بات کا تم میں سے کون ذمہ وار ہے؟ یا اُن کے شرکاء ہیں پس چاہیئے کہ وہ اپنے شرکاء کو بلائیں اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن الخ۔ کیوں یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا اُنکے دلوں میں قفل لگے ہوئے ہیں یا اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور حالانکہ نہیں سُنتے بالتحقیق کہ اللہ کے نزدیک سب سے بُرا چلنے پھرنے والا وہ ہے جو کچھ نہیں سنتا۔ اور سمجھتا۔ اور اگر اللہ کو اُن میں کچھ بھلائی نظر آتی تو وہ ضرور اُن کو سُننے والا بناتا اور اگر سُننے والا بناتا تو بھی وہ حق سے اعراض کر کے بھاگتے یا وہ کہتے کہ ہم نے سُنا لیکن ہم مخالفت ہی کرینگے (خیر جو کچھ ہو) امامت فضل خدا ہے جسکو خداوند عالم چاہتا ہے اپنے فضل سے ممتاز فرماتا ہے۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔ پس کس طرح وہ امام کو خود اختیار کر سکتے ہیں اور حالانکہ امام ایسا عالم ہے کہ کوئی شے اُس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ایسا داعی ہے کہ تنگ نہیں ہوتا معدن اور منبع ہے۔ قدس۔ طہارت۔ نسک۔ زہادت۔ علم اور عبادت کا مخصوص ہے دعوت رسول اور نسل مطہر بتول سے اُس کے نسب میں کوئی شبہ نہیں اور حسب میں کوئی مقابل نہیں۔ خاندان میں قرشی اور اصل میں ہاشمی ہے۔ عترت ہے رسول کی خوشنودی ہے خدا کی اشرافوں کا شرف ہے اور عبد مناف کی

فرع ہے نامی العلم کامل الحلم حامل بار امامت عالم علم سیاست مفروض الطاعت قائم بامر اللہ خیر خواہ عباد محافظ دین خدا ہے۔ بالتحقیق کہ انبیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام موفق باللہ ہوتے ہیں اور خداوند عالم اُن کو اپنے علم مخزون اور حکمت سے سب سے زیادہ حصہ عنایت فرماتا ہے پس ان کا علم کل علمائے زمانہ سے زیادہ ہوتا ہے جسکا تذکرہ خداوند عالم نے اس آیہ مجیدہ میں فرمایا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون۔ کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ مستحق ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جس میں ہدایت کی قابلیت ہی نہیں دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ پس تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کس طرح کے حکم لگاتے ہو!!۔ اور فرمایا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس کو منجانب اللہ حکمت ملی ہے بالتحقیق اُس کو خیر کثیر عطا ہوئی ہے۔ اور اس آیت میں جو طالوت کے متعلق نازل فرمائی ہے۔ ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم بالتحقیق کہ اللہ نے اُس کو تم پر مختار بنایا اسی واسطے اُس کو علم اور جسم میں زیادتی عنایت فرمائی ہے۔ اور اللہ عطا کرتا ہے اپنا ملک جس کو چاہتا ہے اور اللہ صاحب وسعت اور علیم ہے۔ اور اپنے نبی کریم رؤف و رحیم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ انزل علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور تجھ کو اُن چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ جسکو تو نہیں جان سکتا تھا۔ اور اللہ کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر عظیم ہے اور ائمہ اہل بیت نبی اور عترت نبیؐ اور ذریت نبیؐ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتٰھم اللہ من فضلہ فقد اتینا ال ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکا عظیما فمنھم من امن بہ ومنھم من

صد عنه وکفی بجھنم سعیرا۔ کیا اُن فضائل پر جو خداوند عالم نے اوصیائے رسول کو عنایت فرمائے ہیں۔ لوگ حسد کرتے ہیں! پس اس سے پہلے بھی تو ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب حکمت اور ملک عظیم عنایت فرمایا تھا۔ پس بعض اُن میں سے اُس پر ایمان لائے اور بعض رُک گئے۔ اور جہنم ان کے عذاب کے واسطے کافی ہے۔ بالتحقیق جب خداوندِ علم کسی عبد کو اپنے عباد کے امور کے لئے اختیار کرتا ہے تو اُس کے صدر کو واضح کر دیتا ہے اور اُس کے قلب میں ینابیع حکمت جاری فرماتا ہے اور اُس کو ہر طرح کا علم الہام کر دیتا ہے پس وہ کسی سوال کے جواب دینے سے عاجز نہیں ہوتا اور نہ اُس میں صواب سے متحیر ہوتا ہے۔ پس وہ معصوم ہے موید ہے موفق ہے مُسدّد ہے ہر طرح کی خطا اور لغزش سے محفوظ ہے اللہ اُس کو ان امور سے مخصوص فرماتا ہے تاکہ اُس کے عباد میں اُس کی حجت ہو اور اُس کی مخلوقات میں اُس کا شاہد ہو۔ وذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ پس کیا یہ لوگ ایسے پر قدرت رکھتے ہیں جو اُس کو اپنی مرضی سے اختیار کریں۔ یا انکا اختیار کردہ ان صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اُس کو مقتدا بنائیں۔ بیت اللہ کی قسم کہ یہ لوگ حق سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اور کتابِ خدا کو اُنھوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ گویا کہ کچھ جانتے ہی نہیں!!! اور حالانکہ کتابِ خدا میں ہدایت اور شفاء ہے۔ پس اُس کو تو اُنھوں نے چھوڑ دیا ہے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی ہے پس خداوند عالم نے اُن کی مذمت کی ہے اور اُن کو موردِ عذاب و ہلاکت قرار دیا ہے پس ارشاد فرمایا ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھونه بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ اور اُس سے بھی کوئی زیادہ گمراہ ہے جس نے محض اپنی ہوائے نفس کی پیروی کر لی ہے اور حالانکہ اللہ نے اُس کو اس کی ہدایت نہیں کی ہے۔ پس وہ ظالم ہے اور اللہ ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں کرتا۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ فتعسا لھم واضل اعمالھم۔

پس ہلاکت ہے اُن کے لئے اور اُن کے سارے اعمال بیکار ہیں۔ اور ارشاد فرمایا ہے
کبر مقتا عند اللہ و عند الذین اٰمنوا کذالک یطبع اللہ علی کل
قلب متکبر جبار۔ وصلی اللہ علی النبی محمد واٰلہ وسلم تسلیما کثیرا
اللھم صل علی محمد واٰل محمد بعدد معلوماتک فی الازل والابد
واضح ہو کہ احادیث آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمجھنا اور پھر اُس پر ایمان
لانا ایک امر عظیم اور کمال ایمان کی نشانی ہے چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرماتے ہیں کہ رسول اکرم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان
حدیث اٰل محمد صعب مستصعب لایؤمن بہ الا ملک مقرب
او نبی مرسل او عبد مؤمن امتحن اللہ قلبہ للایمان فما ورد
علیکم من حدیث اٰل محمد فلانت لہ قلوبکم و عرفتموہ فاقبلوہ وما
اشمأزت منہ قلوبکم وانکرتموہ فردوہ الی اللہ والی الرسول
والی العالم من اٰل محمد وانما الھالک ان یحدث احدکم بشیء
منہ لایحتملہ فیقول واللہ ماکان ھذا واللہ ماکان ھذا و
الانکار ھو الکفر! ترجمہ لفظی بالتحقیق کہ حدیث آل محمد نہایت مشکل ہے۔
نہیں ایمان لائیگا اُس پر مگر ملک مقرب یا نبی مرسل یا عبد مومن جس کے قلب کا ایمان
کے لئے خداوند عالم نے امتحان کر لیا ہے پس جو حدیث آل محمد کی تم سنو اور تمہارا
دل رُکے اور تم اُس کو غیر مانوس سمجھو پس اُسکو اللہ اور اُس کے رسول اور عالم آل محمد
کے حوالے کرو۔ اور وہ شخص تم میں سے ہلاک ہونے والا ہے جس کے سامنے کوئی حدیث
آل محمد کی بیان کی جائے جس کے سُننے کی وہ ظرفیت نہیں رکھتا۔ پس کہے کہ خدا کی
قسم ایسا نہیں ہے خدا کی قسم اس طرح نہیں ہے اور یہ انکار کفر ہے۔
اور جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں ان حدیثنا

صعب مستعصب لایحتملہ الا صدور منیرہ او قلوب سلیمہ او اخلاق حسنہ ان اللہ اخذ من شیعتنا المیثاق کما اخذ علی بنی آدم الست بربکم فمن وفی لنا وفی اللہ لہ بالجنہ ومن ابغضنا ولم یود الینا حقنا ففی النار خالداً مخلداً۔ ترجمہ۔ بالتحقیق کہ ہماری حدیث نہایت دشوار اور مشکل ہے نہیں برداشت کر سکتے اُس کو مگر صدور منیرہ اور قلوب سلیمہ یا اخلاق حسنہ بالتحقیق کہ اللہ نے ہمارے شیعوں سے عہد و میثاق لیا ہے (کہ وہ ہماری احادیث پر ایمان لائیں اور ہماری معرفت اور ولایت حاصل کریں) جس طرح بنی آدم سے اپنی رُبوبیت پر عہد و میثاق لیا ہے۔ پس جو شخص ہمارے بارے میں اپنے عہد و میثاق کو پورا کریگا خداوند عالم اُسکو جنت عنایت فرمائیگا اور جو کوئی ہم سے بغض رکھیگا اور ہمارا حق ہم کو نہیں دیگا۔ وہ ابدالاباد جہنم میں رہیگا۔

نیز حضرتؑ نے فرمایا ہے۔ ان عندنا واللہ سراً من سر اللہ وعلماً من علم اللہ واللہ ما یحتملہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ولا مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان واللہ ما کلف اللہ ذالک احداً غیرنا ولا ستعبد بذالک احداً غیرنا! وان عندنا سراً من سر اللہ وعلماً من علم اللہ امرنا اللہ تبلیغہ فبلغناہ عن اللہ عزوجل ما امرنا بتبلیغہ فلم یجد لہ موضعاً ولا اھلاً ولا حمالۃ یحتملونہ!! حتی خلق اللہ لذالک اقواماً خُلقوا من طینۃ خلق منہا محمداً وآلہ وذریتہ ومن نور خلق اللہ منہ محمداً وذریتہ وصنعھم بفضل صنع رحمتہ التی صنع منہا محمد وذریتہ فبلغنا عن اللہ ما امرنا بتبلیغہ فقبلوہ واحتملوا ذالک۔ فبلغھم ذالک عنا فقبلوہ واحتملوہ وبلغھم ذکرنا فمالت قلوبھم الی معرفتنا وحدیثنا فلولا انھم خلقوا من

هذا الما كانو كذالك لا والله ما احتملوه !

ثم قال عليه الصلوٰة والسلام ان الله خلق اقواما لجهنم والنار فامرنا ان نبلغهم كما بلغناهم واشمأذوا من ذلك ونفرت قلوبهم وردوه علينا ولم يحتملوه وكذبوا به وقالوا ساحر كذاب فطبع الله على قلوبهم وانساهم ذلك ثم اطلق الله لسانهم ببعض الحق فهم ينطقون به وقلوبهم منكرة ليكون ذلك دفعاً عن اوليائه و اهل طاعته ولولا ذالك ما عبد الله فى ارضه فامرنا بالكف عنهم والستر والكتمان فاكتموا عمن امر الله بالكف عنهم واستروا عمن امر الله بالستر والكتمان عنه (قال) ثم رفع يده وبكى وقال اللهم ان هولاء لشر ذمة قليلون واجعل محيانا محياهم و مماتنا مماتهم ولا تسلط عليهم عدوا لك فتفجعنا بهم فانك ان فجعتنا بهم لم تعبد ابداً فى ارضك وصلى الله على محمد واله وسلم تسليما۔ ترجمہ لفظی بالتحقیق! قسم بخدائے عزوجل! کہ ہمارے پاس اللہ تعالےٰ کے کچھ اسرار اور علوم ہیں کہ اُن کو نہ تو ملک مقرب برداشت کرسکتا ہے نہ نبی مرسل اور مومن کامل الایمان۔ پس خدائے عزوجل نے ہمارے سوا اور کسی کو اُن کے احتمال کی تکلیف نہیں دی ہے۔ اور نہ ہمارے سوا کسی کو ان کا اہل بنایا ہے۔ اور بالتحقیق کہ ہمارے پاس علاوہ اُن اسرار اور علوم کے کچھ اور اسرار اور علوم ہیں جن کی تبلیغ کا ہم کو حکم دیا۔ پس ہم نے اُن کو بامر پروردگار اُتنا ہی پہنچایا جتنا ہم کو ارشاد فرمایا پس خداوند عالم کو اُن کے لئے کوئی جگہ اور کوئی اہل اور کوئی متحمل نہیں ملا۔ جو اُن کو برداشت کرسکے پس اُن کے تحمل اور تقبل کے لئے خداوند عالم نے ایک قوم کو پیدا کیا جن کو اس طین سے خلق فرمایا جس سے آل محمدؐ اور ذریت محمدؐ کو مخلوق فرمایا ہے اور اُس نور سے جس سے محمدؐ اور انکی ذریت

کو بتایا ہے۔ پس ہم نے اُن کو وہ اسرار اور علوم خدائے عز و جل کی طرف سے پہنچائے پس
اُنھوں نے اُن کو قبول کیا اور برداشت کر سکے۔ (پس عالم اجسام میں) جب اُن کو ہم سے
وہی اسرار اور علوم پہنچے تو اُنھوں نے اُن کو قبول کیا اور برداشت کر سکے اور اُن کو ہمارا ذکر
پہنچا پس اُن کے دل ہماری معرفت اور حدیث کی طرف مائل ہوئے پس اگر وہ ہماری طین
سے نہ مخلوق ہوئے ہوتے تو ہرگز ایسے نہ ہوتے نہیں خدا کی قسم ہماری احادیث کو سُن بھی
نہ سکتے۔ بعدازاں حضرت نے فرمایا بالتحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کو جہنم اور نار کیلئے
پیدا کیا پس ہم سے ارشاد فرمایا کہ وہ اسرار اور علوم ہم اُن کو بھی پہنچائیں جیسا کہ ہم نے
پہلوں کو پہنچایا تھا۔ پس اُنھوں نے اُن کے سُننے سے سرکشی کی اور اُن کے دل متنفر ہوئے۔
اور اُنھوں نے ہماری تردید کی اور برداشت نہ کر سکے اور اُن کو جھوٹ بتلایا اور ہمکو ساحر
کذاب کہا۔ پس اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی اور اُن کے دلوں سے اُن کو بھلوا دیا
بعدازاں بعض حق کو اُن کی زبانوں پر جاری کیا پس بعض حالتوں میں اُن کی زبانوں پر
حق جاری ہوتا ہے۔ لیکن اُن کے قلوب اُس سے ناآشنا ہوتے ہیں تاکہ اولیاء اللہ اور اہل اطاعت
کے لئے ایک طرح کا دفعیہ ہو اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو زمین پر خداوند عالم کی عبادت بھی نہ ہوتی
پس ہمکو ارشاد فرمایا کہ ہم اُن اسرار اور علوم کو اُن سے باز رکھیں اور اُن کے سامنے انکا ذکر
تک نہ کریں۔ پس تم لوگ بھی ایسوں سے اُن کو باز رکھو اور ہرگز اُن لوگوں کے سامنے
ہمارے اسرار اور علوم نہ بیان کرو جو اُن کے اہل نہیں ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ بعدازاں حضرت
نے ہاتھوں کو دُعا کے لئے اُٹھایا اور رونے لگے اور بارگاہ ذوالجلال میں عرض کی کہ بارالٰہا یہ
لوگ بہت تھوڑے ہیں پس جیسی ہماری حیات ہے ویسی ہی اُن کی حیات ہو اور جیسی ہماری
موت ہے ویسی ہی اُن کی موت ہو اور اُن پر اپنے کسی دشمن کو تسلط نہ دے۔ ورنہ ہم کو سخت
صدمہ ہوگا۔ اور اگر تو ایسا کریگا تو زمین پر تیری عبادت بھی نہ ہوگی۔ صلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم
تسلیما۔　　(باقی دارد)

جواب استفسار

مطبوعہ نمبر ۱۲ جلد ۴ ذی الحج الحرام ۱۳۳۲ھ

ولد۔ ابن اور سبط

قال الجوھری الولد ما ولدہ شئ یطلق علی الذکر والانثیٰ والمثنیٰ والمجموع ۔ یعنی جس کو کسی نے جنا ہو اس کو ولد کہتے ہیں اور یہ لفظ مذکر مؤنث تثنیہ جمع سب پر بولا جاتا ہے ۔ جمع اس کی اولاد بھی ہے جن میں لڑکے و لڑکیاں سب داخل ہیں ۔ تولد الشئ من الشئ نشا منہ ۔ ایک شے کا دوسری شے سے نکلنا اور پیدا ہونا تولد کہلاتا ہے ۔ اس سلسلۂ توالد و تناسل میں اوپر جہانتک چلے جاو آبا و اجداد کہلاتے ہیں ۔ اور نیچے تک دختری و پسری سلسلۂ توالد اولاد میں داخل ہے ۔ اس واسطے تمام بنی آدم اولاد آدم کہلاتے ہیں یعنی اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی کہلاتی ہے ۔ اور یتیم پوتے کا محجوب الارث ہونا اور اس کو دادا کا ترکہ نہ پہنچنا بوجہ انقطاع سلسلہ ہے ۔ کیونکہ ارث بحکم الاقرب فالاقرب سلسلہ اتصالیہ کو مقتضی ہے ۔ اور اس کی مثال اس نہر کلاں کی سی ہے جس سے دوسری نہریں نکلکر ان سے اور چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلی ہوں ۔ پس اگر دوسرے سلسلے کی نہر خشک یا بند ہو جائے تو تیسرے درجے کی نہروں میں پانی نہ پہنچیگا ۔ ملاحظہ ہو شکل

اس شکل میں ا نہر کلاں سے ب اور ج دو شاخیں نکلی ہیں ۔ اور ان سے د اور س ۔ پس اگر ب یا ج خشک یا بند ہو جائے تو د اور س میں پانی ہرگز نہ جائیگا بوجہ منقطع ہو جانے سلسلہ اتصال کے ۔ یعنی اگر ب بند ہو جائے تو د میں پانی نہ جائیگا ۔ کیونکہ د و س میں پانی پہنچنے کے لئے ب و ج کا اول پُر ہونا ضروری ہے ۔ لہٰذا سمجھنا چاہئے کہ زید ایک مورث اعلےٰ ہے ۔ عمرو و بکر اُس کے دو بیٹے ہیں اور پھر عمرو و بکر کے

بھی اولاد ہے لیکن ان میں سے بکر مثلاً زید کے حین حیات ہی میں وفات پا گیا یعنی قبل
اس کے کہ زید کا ترکہ عمرو بکر کو پہنچے۔ لہٰذا اولاد بکر زید کے ورثہ حقیقی وطبعی سے محروم
رہیگی۔ چنانچہ شکل سے ظاہر ہے ہاں جس طرح امر عارضی و قوت خارجیہ سے نہر ا کا پانی
باوجود ب کے بند ہو جانے کے د میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ مثلاً مشکیں بھر کر یا واٹر ورکس
کے ذریعہ سے۔ اسی طرح پوتے کو دوسرے ذریعہ سے ورثہ پہنچ سکتا یعنی کہ دادا ایسی
صورت میں خود اپنے حین حیات میں کچھ یا دوسرے ورثہ کے برابر حصہ دیدے۔
چنانچہ محتاط مومنین ایسے مواقع میں ایسا ہی عمل کرتے ہیں۔ اور بذریعہ تحریر وصیت یا
تقسیم عملی متوفی بیٹے کی اولاد کو حصہ دیدیتے ہیں۔ اور اس کی بہت سی مثالیں موجود
ہیں۔ لیکن دادا کی وفات کے بعد چونکہ اس کے اختیار کے باہر ہے۔ اور سلسلہ انضمال
طبعی و فطری بوجہ اُس کے دادا کے حین حیات میں یتیم ہو جانے کے منقطع ہے اسلئے
ورثہ نہیں پہنچ سکتا۔ اب اس کے اعمام (چچا) کو اختیار ہے چاہیں کچھ دیں یا نہ
دیں۔ غرض باپ کی زندگی میں بیٹے کے فوت ہو جانے سے اسکی اولاد کا محجوب الارث
ہو جانا امر یقینی مطابق عقل و نقل ہے۔ اگرچہ وہ اس کی اولاد میں داخل ہی کیونکہ
ارث میں سلسلہ انضالیہ ضروری ہے۔

ابن کے معنے لغت میں پسر کے ہیں۔ صاحب مجمع البحرین لکھتے ہیں۔ الابن
ولد الرجل۔ یعنی ابن آدمی کے بیٹے کو کہتے ہیں۔ جمع بنین و ابناء لیکن جب غیر ذوی العقول
حیوانات کی طرف منسوب ہو۔ مثلاً ابن مخاض۔ وابن لبون وغیرہ تو جمع میں نبات مخاض
وہ نبات لبون بولتے ہیں۔ اور مؤنث ابن کی ابنۃ" و بنت ہے۔ بنابریں وَلَد عام
ہے۔ یعنی ابن و بنت دونوں کو شامل ہے۔ اور جس طرح اور اولاد کی اولاد اولاد
کہلاتی ہے۔ اسی طرح ابن الابن کو بھی ابن کہتے ہیں۔ اور تمام انسان بنی آدم کہلاتے
ہیں۔ ملاحظہ ہوں کتب لغت مثل مجمع البحرین وغیرہ۔ کبھی لفظ ابن ایسی شے کی طرف

بھی منسوب ہوتا ہے جس سے اُسے خاص خصوصیت ہو یعنی جب ایک شخص ایک شے سے خاص خصوصیت - محبت یا نسبت رکھتا ہے - اس کو اس کا ابن بولتے ہیں - مثلاً ابن السبیل مسافر کو کہتے ہیں - اور ابن الدنیا دولتمند اور دُنیا دار کو ابن الماء پانی کے پرندے کو -

کبھی بکمال محبت و اخلاص غیر اولاد کو اپنی طرف منسوب کر کے بھی ابن بولتے ہیں - جس طرح آنحضرت نے زید کو اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل اور دیگر مواقع میں محمد ابن ابی بکرؓ کی نسبت فرمایا ہے - محمد ابن ابی بکر ابنی - یعنی محمد بن ابی بکر میرا بیٹا ہے جس طرح کہ اگر کسی چھوٹے بچے کو اس طرح اپنی طرف منسوب کریں اور بیٹا بنالیں تو ولد بولتے ہیں - جیسا کہ زن فرعون کا قول ہے - جو انہوں نے حضرت موسےٰ کی نسبت کہا جبکہ اُن کو دریا سے نکالا - قالت امرأت فرعون قرۃ عین لی ولک لا تقتلوہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولداً - (سورہ قصص) یعنی جب کسی چھوٹے بچے کو بیٹا بناتے ہیں تو ولد بولتے ہیں - لیکن اس تبنیت سے وہ مثل حقیقی اور صلبی اولاد کے نہیں ہو جاتا - اور احکام اولاد اُس پر جاری نہیں ہوتے اور نہ حقوق پدری - جیسا کہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے - اور عقل شاہد

سبط - اولاد اولاد - پوتوں اور نواسوں کو کہتے ہیں - مگر محاورات قرآنی اور احادیث میں - ایک خاص اصطلاح ہے - ذریت ابراہیمیہ عؑ میں سے اولاد حضرت اسمٰعیل جس طرح قبائل میں منقسم ہے اولاد حضرت اسحٰق اسباط ہیں - حضرت یعقوب اسرائیل اللہ کے بارہ بیٹوں سے بارہ سلسلہ توالد و تناسل ہیں - ہر واحد واحد کو سبط اور سب کو اسباط کہا جاتا ہے - گویا یہ بارہ اُمتیں جدا جدا ہیں - اصلیت اس کی یہ ہے کہ سبط لغت میں شجر کو کہتے ہیں - چنانچہ اہل لغت کہتے ہیں - السبط شجرۃ لھا اغصان کثیرۃ و اصلھا واحد" یعنی سبط ایک درخت ہے جسکی شاخیں

بہت ہیں اور جڑ ایک ہے۔ پس ہر سبط ایک امت کی اصل ہے جس سے ہزاروں شاخیں پھوٹیں۔ اور بارہ اسباط بارہ جڑیں ہیں جن کی بیشمار شاخیں ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سبط کہلانے میں صرف یہی بات کافی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت آدمؑ اول سبط ہوتے اور نیز اُن کی اولاد میں ہابیل و قابیل و شیثؑ اسباط کہلاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سبط کہلانے کیلئے اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ ان کا نسب غیر سے مخلوط نہ ہو۔ چنانچہ اسباط میں ہرایک کا سلسلہ جدا ہے۔ ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد سے شادی بیاہ نہ کرتی تھی۔ ہرایک اپنا سلسلہ نسب علیحدہ رکھتا تھا۔ بلکہ ایک راستے میں مل کر چلنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسےؑ دریائے نیل سے گذرنے لگے تو ہرایک اُمت یعنی بارہ اسباط کے واسطے بارہ راستے کھولے گئے۔ اور بارہ جگہ سے دریا شق ہوا۔ بلکہ سب مل کر ایک جگہ اور ایک گھاٹ سے پانی پینا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسٰےؑ سے پانی طلب کیا تو ہر سبط کے واسطے علیحدہ چشمہ جاری کیا گیا۔ اور بارہ اسباط کے لئے بارہ چشمے جاری ہوئے فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا قد علم کل اناس مشربھم۔ (بقرع ۷) غرض اسباط علیحدہ شجر اور ایک ایک امت کے اصل تھے جس کی شاخیں دوسرے درخت کی شاخوں سے مربوط و مخلوط نہ تھیں۔ اس واسطے وہ اسباط کہلاتے تھے۔ اور چونکہ سلسلہ جناب آدم اول ہی سے مخلوط تھا۔ کیونکہ حضرت ہابیل کے لئے حوریہ آئی تھی۔ اور اس سے عقد ہوا تھا۔ اور قابیل کے لئے جنّیہ۔ اور آپ کی دختر عناق کی اولاد نسناس سے تھی۔ غرض اسباط اولادِ اولاد کو کہتے ہیں۔ اور اسباطِ بنی اسرائیل سے وہ بارہ امتیں مراد ہیں جو حضرت یعقوب اسرائیل اللہ کے بارہ بیٹوں سے پیدا ہوئیں۔ اور وہ خود بھی اسباط ہی کہلاتے ہیں۔

حسنینؑ اور آنحضرتؐ

اس بیان سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ حسنینؑ کو آنحضرتؐ کا ولد - ابن - اور سبط کہنا درست و صحیح ہے کیونکہ وہ جناب فاطمہؑ کی اولاد ہیں اور اولاد کی اولاد اپنی ہی اولاد ہوتی ہے - اور اسی طرح ابن بھی لان الابن ھو ولد الرجل - اور ابن الابن ابن - اور سبطِ نبیؐ بھی کیونکہ آپ کے نواسے ہیں - چنانچہ آپ نے حسنینؑ کو ولدای بھی فرمایا ہے - اور ابنای اور سبطای بھی - اور حدیث میں ہے - الحسن والحسین سبطا رسول اللہ - اور ابناء تو قرآن پاک میں بھی موجود ہے - اور حدیث الحسین سبط من الاسباط کا مطلب بھی صاف ظاہر ہے - کیونکہ ذریت خاص رسول جو وارث نبوت ہے - وہ نسل حسین ہی سے ہے اور حسین گروہ سادات کی ایک اصل خاص ہیں - الحسین سبط من الاسباط ای امۃ من الامم کا یہی مطلب ہے جس طرح اسباط بنی اسرائیل ایک ایک امت تھے اسی طرح حسین علیہ السلام ایک امت ہیں اور ایک ایسا شجرہ ہیں جسکی بیشمار شاخیں اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں - یہ ابوت و بنوت اور ولدیت و والدیت حسینؑ اور آنحضرتؐ بصورت ظاہری جسمانی ہے - ایک صورت حقیقی و باطنی ہے اور اس لحاظ سے بھی حسینؑ اور دیگر ائمہ اہلبیت جو وارث نبوت و تالی نبی ہیں - اولاد رسول و ابناء رسول ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام جو آنحضرت سے چوتھی پشت میں ہیں فرماتے ہیں - وَلَدَنِی رسول اللہِ وَاَنَا اعلم علمِ مَا کان وما یکون الی یومِ القیامۃ - یعنی جنا مجھ کو رسول اللہ نے در آنحالیکہ میں علم گذشتہ و آئندہ روز قیامت تک کا عالم تھا - ظاہر ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ کے والد ماجد جناب علیؑ ابن حسینؑ ہیں - اور وہ اُن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ آپؐ کے والد جن سے ولادت واقع ہوئی ہے - آنحضرتؐ ہیں - پس اس تولید سے تولید باطنی و حقیقی مراد ہے - اور مطلب یہ ہے کہ جب سے میرا نور نور محمدیؐ سے جدا

ہوا اور میرے لئے مخصوص و متخص اور میری طرف منسوب ہوا - اسی وقت سے میں علم ما کان وما یکون کا عالم ہوں - یعنی علم میری اصل سرشت میں داخل ہے - پس ائمہؑ جزو نور محمدی ہیں اور ان کی روح وہی روح محمدیؐ اور انہیں کی متشعشع شعاعیں ہیں - یہی وجہ ہے کہ آیہ مباہلہ میں حسنینؑ اور علی ابن ابی طالبؑ اور جناب فاطمہؑ سب کو نفس رسولؐ کہا گیا ہے اور یہی وجہ بصیغہ جمع مذکور ہونے کی ہے کہ سب ایک دوسرے کے نفس ہیں - تفصیلی بحث اس تثنیہ وجمع کی رسالہ البرہان محرم ۱۳۳۲ھ سے ملاحظہ ہو - حدیث شریف اولنا محمد واوسطنا محمد وآخرنا محمد وکلنا محمد (ہمارا اول بھی محمدؐ ہے اور اوسط بھی محمدؐ اور آخر بھی محمدؐ اور ہم سب محمدؐ ہیں) اسی آیہ مبارکہ کی تفسیر اور ہمارے اس بیان کی تشریح ہے -

کفار سے سود قال عزمن قائلہ یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا الربٰو اضعافاً مضعفۃً - اے ایمان والو - چند در چند سود نہ کھاؤ - یہ امر تو مسلم ہے کہ امت بعثت میں تمام بنی نوع بلکہ تمام عوالم داخل ہیں مگر امت طاعت وہ ہی لوگ ہیں جنہوں نے پیغمبر کی رسالت کو تسلیم کر لیا ہے - اور اصول اسلام کو مان لیا ہے - لہٰذا حقوق اسلامی بھی انہی پر عائد ہونگے - مثلاً کلمہ گو اسلام میں محفوظ و محقون الدم ہے - اور اس کا قتل حرام ہے - مگر کافر محفوظ الدم نہیں ہے وغیر ذالک من حقوق الاسلام - کیونکہ نہ وہ اوامر الٰہی کی پابندی کرتے ہیں اور نہ نواہی الٰہی سے اجتناب مثلاً یہی نہی کہ سود نہ کھاؤ - اس پر کاربند وہ ہی لوگ ہونگے جنہوں نے پیغمبر کو مان لیا ہے اور اس کو برحق رسول جانا ہے - نہ کفار - وہ ہرگز اس کے پابند نہیں ہو سکتے اور ہم اُن کو مجبور نہیں کر سکتے اور نہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں سود کو حرام کیا ہے تم سود نہ کھاؤ

وہ کہہ دینگے کہ ہم تمہارے قرآن ہی کو نہیں مانتے۔ اسی طرح اور تمام اوامر و نواہی کا حال ہے۔ کہ کسی حکم پر ہم اُن کو مجبور بلکہ ملزم بھی نہیں کر سکتے۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ حقوق اسلامی میں وہ مساوی سمجھے جائیں۔ پس حکم تحریم سود میں بھی وہ ہی لوگ داخل ہونگے جنہوں نے اس حکم لا تاکلوا الربٰو (سود نہ کھاؤ) کو تسلیم کرلیا ہے۔ اسی واسطے خدا نے تبصریح فرمایا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ (سورہ نساء) یعنی اے ایمان والو اپنے مالوں کو نی مابین خود باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ اموالکم و بینکم کی قیود سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم خاص مومنین و اموال مومنین یعنی اہل اسلام ہی سے مخصوص ہے۔ کیونکہ جب کسی حکم میں قید ہو تو حکم اس قید ہی کی طرف عاید ہوتا ہے۔ پس بحکم آیۂ مبارکہ اموال مسلمین کو نی مابین خود بطور باطل کھانا حرام ہے نہ مطلقاً۔ کفار ان حقوق اسلامی میں ہرگز داخل نہیں۔ کیونکہ لله العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔ عزت خدا ہی کے لئے ہے اور اُس کے رسول کیلئے اور مومنین کے واسطے۔ باطل کی تفسیر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ مروی ہے۔ القمار والسحت والربا والایمان۔ یعنی جوا۔ رشوت۔ سود اور جھوٹی قسم کا حال یہی منہج البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور علامہ طبرسی نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ الباطل ھو الربا والقمار والبخس والظلم۔ بہرحال ان طرق باطلہ سے اہل اسلام کو برادران اسلامی کا مال کھانا حرام ہے نہ کفار کا۔ فافہم وتدبر۔ ولله العزت و لرسولہ وللمومنین۔

نجاست مشرکین | انما المشرکون نجس الخ۔ جو شخص لا الہ الا الله محمد رسول الله کا قائل ہے اور اقرار کرتا ہے۔ خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو وہ حکم اسلام میں داخل

ہے۔ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اس کے ہاتھ کی مس کی ہوئی شے جائز و مباح
تاوقتیکہ ظاہر بظاہر کھلم کھلا کسی ضروری دین کا انکار کر کے مرتد نہ ہو جائے۔
یا علی الظاہر و علی الاعلان ذات باری تعالے میں شرک جلی کرے۔ جیسا کہ عیسائی
عیسٰے کو خدا کہتے ہیں اور اسی طرح نصیری حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں یا نواصب
و خوارج جو خلاف نص قرآنی ظاہر بظاہر اہلبیت نبوی سے بغض و عداوت
رکھتے ہیں۔ اور اس لئے اسلام سے خارج ہیں۔ یا وہ لوگ جو ظاہر بظاہر خدا کے
مقابل دوسرے مصنوع خداؤں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُن کو اپنا معبود جانتے
ہیں۔ اور قادر و متصرف سمجھتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو اپنے پیروں وغیرہ کو صفات
باری سے متصف و متحد قرار دیتے ہیں اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔
غرض یہ کہ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک جلی و شرک خفی۔ خواہ ذات میں ہو یا صفات
یا افعال میں یا عبادات میں۔ پس جو کسی قسم کے شرک جلی کے مرتکب ہیں۔ وہ
مشرکین کہلاتے ہیں۔ اور انما المشرکون نجسٌ میں داخل ہیں۔ اور اُنکا ذبیحہ
اور اُن کی مس کی ہوئی ترچیز نجس و حرام ہے۔ مگر وہ لوگ جو موحد و مسلمان ہیں۔
مگر بہ طرق خفیہ وہ ایسے امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو موجب شرک ہیں۔
وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ اس حکم کے اجرا کے لئے شرک جلی و شرک
اطلاقی کی ضرورت ہے۔ ورنہ شرک خفی سے تو سوائے معدودے چند کوئی بچا ہوا
نہ ہوگا کما قال عزوجل۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔
(یوسف ع ۱۱) نہیں ایمان لاتے اللہ پر اکثر۔ مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔ اس کا صاف
مطلب یہی ہے کہ اکثر مومنین مشرک ہیں۔ اس شرک کی تصریح و تشریح ملاحظہ ہو
تفسیر آیہ شریفہ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ الخ
یعنی انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو بمقابل خدا اور خدا کو چھوڑ کر رب و معبود

بنالیا ہے۔ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے۔ ایک یہودی جو تازہ مسلمان ہوا تھا اُس نے خدمت حضرت ختمی مرتبت صلعم میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ میں تو خود یہودیوں میں رہا ہوں کوئی یہودی اپنے علماء کو خدا نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے جو تو سمجھا ہے۔ بلکہ علماء نے بعض حلال چیزوں کو حرام کیا اور بعض حرام کو حلال کر دیا۔ اور لوگوں نے اُن پر عمل کیا۔ پس انہوں نے گویا انہی کی عبادت کی درآنحالیکہ اُن کو خبر بھی نہ ہوگی کہ وہ کس کو پوج رہے ہیں۔ یہ ہے شرک فی العبادت شرک خفی۔ مگر صرف ایسی علماء پرستی شرک اطلاقی اور حکم نجاست کی موجب نہیں کیونکہ من حیث لا یشعرون ہے۔

فتامل فیہ یہ مسئلہ بہت کچھ تفصیل چاہتا ہے خصوصاً اس کا سیاسی پہلو جو نہایت ہی اہم ہے۔ اور ہم اس کو انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر عرض کریں گے۔ سائل کے جواب میں یہی اجمال کافی ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محنت

کی توان گوہر بساحل یافتن | جنبشے ناکردہ منزل یافتن
کارہا داری چنیں غافل مباش | حر کتے کن کمتر از بسمل مباش

اللہ عزوجل نے انسان کو بیکار و عبث پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی خلقت کی غایت و غرض کو اس نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اس طرح بیان فرمایا۔

"میں نے جن و انس کو صرف اسلئے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں۔"

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

دوسرے مقام پر انسانی زندگی کے مقصد کے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا

"بابرکت ہے وہ خدا جسکے قبضہ میں (سارے جہان کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے۔ کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے"۔

ان دونوں آیات کے ملاحظہ سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ عبادت الٰہی کو عمل صالح کا مرادف قرار دیا گیا ہے۔ جس عمل میں تمام حرکات و سکنات و اقوال و افعال انسانی جو کہ بموجب حکم خدا ہوں شامل ہیں جسکو (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق النفس (۳) حقوق العباد کے الفاظ سے بھی ادا کر سکتے ہیں۔

ان ہر سہ حقوق کی ادائیگی سوائے کوشش اور محنت کسی طریق سے ممکن نہیں اور جیسے کاہلی و سستی کو اپنا رفیق و شفیق بنایا وہ ان فرائض سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتا چنانچہ جناب جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "دو عادتوں سے پرہیز کرو اول کسی کام سے دل تنگ ہونا دوسرے کاہلی کرنا۔ دل تنگ ہونے سے صبر کی عادت نہ ہوگی اور کاہل ہونے سے کوئی حق ادا نہ ہوگا"۔

ناتوانی جہد کن در کار ہا — لیس للانسان الا ما سعے

علم ہی کو لیجئے جس کے متعلق "بے علم نتواں خدا را شناخت" کا مقولہ مشہور و معروف ہے بغیر محنت کے اسکا حصول ممکن نہیں۔ اس کے متعلق جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے دو اشعار اس مقام پر درج ذیل کرتا ہوں۔

لَوْكَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يَحْصِلُ بِالْمُنٰى	اگر یہ علم آرزو کرنے سے حاصل ہوتا تو
مَا كَانَ يَبْقٰى فِي الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ	دنیا میں کوئی جاہل باقی نہ رہتا
اِجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا	کوشش کر اور سستی اور غفلت نہ کر کیونکہ جو شخص کاہلی
فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَتَكَاسَلُ	کرتا ہے۔ اس کے لئے آخرت میں ندامت ہے

۱ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ ن الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۱۲

محنت ہی پر صحت انسانی کا انحصار ہے جسنے کاہلی و سستی کو اپنا ہمدم و رفیق بنایا اُس نے اپنے اعضا- دل و دماغ کو مثل اُس گھڑی یا مشین کے خراب و خستہ کر لیا جو کہ بوجہ مستعمل نہ ہونے کے زنگ آلود ہو کر بیکار و معطل ہو گئی ہو ایسی حالت میں اگر اُس کے پاس آبائی و اجدادی دولت و ثروت بھی ہو تو اول اُسکا قیام مشکل ہے اور دوئم یہ کہ تمام زر و مال اُسکی نگاہ میں بباعث عدم تندرستی مثل خس و خاشاک ہیچ و ناچیز ہو گا۔ ؎

جملہ اسباب جہاں پیش غنیمت گر نباشد تندرستی ہیچ نیست

محنت ہی کے ذریعہ سے انسان عطیہ الٰہی یعنی اپنی اجزاء بدنی کا شکریہ ادا کر سکتا ہے اور اُنکا شکریہ یہی ہے کہ ان کا استعمال بموجب حکم خدا کیا جاوے بمصرع حرکتے بحکم مولا نوبت است اگر کسی عضو کو پروردگار عالم کی مرضی کے خلاف کام میں لائینگے تو یہی ظلم و گناہ ہو گا اور اسی کو کفران نعمت کہینگے جسکے پاداش میں کل نعمات جو کہ اُس نے عطا فرمائی ہیں۔ سلب کر لیجائینگی جسکے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا ہے ’’اگر تم شکر نعمت کرو گے تو میں تمکو اور زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب شدید ہے‘‘* ؎

اِذا کُنتَ فی نعمۃٍ فارعھا	جب تجھے کوئی نعمت ملے تو اسکی رعایت رکھ
فَاِنَّ المعاصی تزیل النعم	بتحقیق گناہ کرنا نعمت کو دُور کرتا ہے
وحافظ علیھا بشکر الالٰہ	خدا کا شکر کر کے نعمت کی حفاظت کر
فَاِنّ الالٰہ شدید النقم	بتحقیق خدا سخت بدلا لینے والا ہے

خاتمہ

خدایا بحق بنی فاطمہ	کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول	من و دست و دامان آل رسول

الراقم- آغا برکت امروہہ

* لَئِن شَکَرتُم لَاَزیدنّکم وَلَئِن کَفَرتُم اِنَّ عَذَابِی لَشَدِید

اسلامی مشن

اسلامی مشن کے متعلق اب سے دو سال پہلے ایک مفصل و مدلل تحریک جناب سید کلب عباس صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی زید لطفہ کی طرف سے البرہان میں ہم نے شائع کی تھی۔ کہ ہم اس زمانے میں دہریت و جدید مذاہب باطلہ کے مقابل ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں جبتک کہ ہمارا ایک مشن نہ ہو۔ اور اس کی تین شاخیں ہوں۔ تعلیم الہیات۔ اشاعت کتب اور واعظین کا دورہ۔ یہ تحریک جیسی اہم و ضروری ہے اس سے وہ لوگ ہرگز نہیں انکار کر سکتے جو اشاعتِ کتب و رسائل و اخبارات اور داعیان مذاہب باطلہ اسلامیہ وغیر اسلامیہ سے واقفیت رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دُنیا آج کل کیا کر رہی ہے۔ اس تحریک پر مثل دیگر تحریکاتِ قومی و مذہبی اکثر حضرات نے زبانی لبیک کہا۔ اور لسانی خیر مقدم میں قدم بڑھایا۔ اسی زمانے میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس میں مشن کا رزولیوشن پاس ہو گیا۔ اور اُسکی کمیٹی بھی قائم ہو گئی۔ مگر عمل ندارد۔ اور اب سوائے رسید بک کہیں اس کا نام باقی نہیں۔

یہ مثل مشہور ہے کہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑیگا؟ اگر ہم یہ کہیں کہ ہم اس کام کو انجام دینگے تو ضرور خیال محال ہے۔ یہ خیال ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ اتنے بڑے کام کو ہم انجام نہیں دے سکتے۔ مگر بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ بارش کے پہلے قطرہ کی طرح مشن کی تینوں شاخوں میں سے بالفعل اشاعت کتب کی طرف سبقت کی ہے اور ارادہ کر لیا ہے کہ بالفعل مواعظ سرکار علامہ مدظلہ العالی اور بعض دیگر کتب کی اشاعت شروع کی جائے۔ اور صورت اس کی یہ ہو گی کہ عام طور پر کتب

فوزاً عظیماً۔ کہنے والوں میں سے اُنکی اولاد کی فریاد اور ھل من ناصر ینصرنا و ھل من مغیث یغیثنا ھل من ذاب یذب عن حرمنا کے استغاثے پر کوئی جوش کے ساتھ نعرۂ لبیک بلند نہیں کرتا۔ جہانتک ہمیں علم ہے سوائے بعض باقی جنہوں نے ان مظلوموں کی کچھ دستگیری کی ہے وہ صرف غرباء فقراء ومساکین ہی ہیں رؤساؤ اُمراء جنکا یہ کام تھا انہوں نے ذرا بھی توجہ نہیں فرمائی۔ قصور انکا صرف یہ ہے کہ یہ بیچارے مسکین۔ تہیدست مظلوم اور مصیبت زدہ اور حقیقی مستحق رعایت وامداد ہیں۔ اور انکی رعایت محض خالصاً للہ ولوجہ اللہ ہے۔ یہ بیچارے کسی یونیورسٹی یا کسی کالج کے سفیر نہیں جن کے لئے ہزاروں اور لاکھوں نذر کئے جاتے ہیں۔

انکی اعانت وامداد سے اے بی سی ڈی میں سے کسی حرف کے ملنے کی امید نہیں۔ انکی اعانت کے معاوضے کا وعدہ وہ ہے جسکی بابت طوطی ہند مرزا غالب مرحوم فرما گئے ہیں

مجھکو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن   دل کے خوش کرنیکو غالب یہ خیال اچھا ہے

فوری شہرت۔ نام آوری اور خطابات کے مقابلہ میں آخرت کے وعدے پر روپیہ ضائع کرنا دور اندیشی۔ عاقبت بینی۔ تہذیب اور پالیسی کے بالکل خلاف ہے۔ اور ہمارا قومی مرکز انکی اعانت سے اس لئے قاصر ہے کہ انہوں نے کیوں انکی بارگاہ بے نیاز سے استصواب کئے بغیر اپنی عزت آبرو اور دنیا کی حفاظت وحمایت کا قصد کرلیا۔ حیف صد حیف۔ افسوس صد افسوس ہے۔ ہماری غفلت۔ جمود وخمود پر۔ لبیک علی الاسلام من کان باکیاً۔

ہمیں اہل گجرات کی ضرورتوں اور انکے مصائب کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں وہ بہت کچھ لکھ چکے ہم صرف اہل ایمان کی توجہ ایک حدیث قدسی کی طرف منعطف کرنا چاہتے ہیں قال اللہ سبحانہ وتعالے۔ الامراء امنائی والفقراء عیالی فمن ضیع عیالی ادخلہ ناری امرا میرے امین ہیں اور فقرا میرے عیال پس جسنے میرے عیال کو ضائع کیا اور انکی خبر نہ لی اُسکو ہنگش جہنم میں داخل کرونگا۔ اُمراؤ روساء امانتدار الٰہی ہیں۔ اور ایک دن آئیگا کہ اس امانت سے بازپرس کیجائے اور تضییع عیال خدا کا مطالبہ ہو۔ اسوقت بجز حسرت وافسوس کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

اللھم احفظنا من شرور انفسنا

اِسلام اور خصایل سازی

جناب صدر۔ علما و حاضرین

جب میں اپنے گردو پیش نظر ڈالتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ انسان کا وقت کیونکر بسر ہو رہا ہے۔ اور ایسی حالت میں جب میں اپنے کو کسی ایسے موقع پر پاتا ہوں جس میں اس وقت ہم اور آپ ہیں تو میں اپنے کو ایک ہلکی فضا میں پاتا ہوں میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں اس وقت دُنیا میں نہیں ہوں دُنیا کے ذلیل ترین مفہوم ہیں۔ جہاں تمہیں ہر وقت بغض۔ حسد۔ تراش۔ خراش۔ خود غرضی منفعت وغیرہ وغیرہ سے سامنا ہے۔ اور جہاں ایک انسان بجائے اس کے کہ دوسرے انسان کا مونس ہو۔ دنیا کے بُرے سوچنے والوں کے نزدیک ہمیشہ ایسا رہا ہے جسکی صحبت سے حتےٰ الوسع اعراض کیا جائے تم ہمیشہ کسی کی نگاہ کے نیچے ہو۔ کچھ اسباب۔ کچھ زنجیریں تمہارے گرد حلقہ گیر ہوتی جاتی ہیں۔ تم غافل ہو۔ لاپرواہ ہو اور دفعتہً دیکھتے ہو کہ تم جکڑ گئے۔ اب تمہیں ہوش آتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ کسی انسان نے اپنے وہم۔ اپنی غرض۔ اور اپنے نفع کے لئے تمہیں کسی بلا میں گرفتار کر دیا۔ تمہارا اطمینان اور تمہارے خیال کی فطری روش گرانی کے شکنجہ میں آگئی۔

تم غیرت وار تھے۔ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے تم نے وقت صرف کیا تھا۔ تم سمجھے تھے کہ اب ہم کچھ دیر راحت پائینگے۔ اور وہیں تم چونکائے جاتے ہو کسی کو تم سے شکایت

ہے۔ شکوہ کرنے آیا ہے۔ آیا ہے کہ تمہارے سکون کو تشنج سے بدل دئے۔ تم نے اپنی ضروریات کے لئے کچھ پس ماندہ کیا تھا۔ کہ تم دفعتہً اپنی گاڑھی کمائی کو مفقود دیکھتے ہو۔ کوئی چرالے گیا۔ تم جس طرح حصول شے کی فکر میں تھے کوئی انسان اُسی طرح اُسکے لیجانے کی فکر میں کوشاں تھا۔ تم میں احساس عزت تھا لیکن کون ہے جو تمہاری بے عزتی میں اپنی عزت سمجھتا ہے اُسنے اسکو اپنا فرض قرار دے رکھا ہے۔ یہ اور بیشمار مثالیں ہیں کہ کس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے لئے مصیبتیں فراہم کرتا رہتا ہے۔ دوسرے کی مصیبتوں پر ہنستا ہے۔ اور اُس میں اپنی راحت اور فتح سمجھتا ہے۔ تمہاری مصیبتوں کو طول دیتا ہے اور اسے اپنا موقع سمجھتا ہے وہ تمہارے بہترین احساسات کو اپنی کسی نمائش۔ اپنی کسی شان اور اپنے کسی ترفع کے خیال پر قربان کر دیتا ہے اور اپنے کو اپنے شکار سے زیادہ سمجھدار سمجھتا ہے۔

کسی کی روٹی پر تم سے زیادہ روغن لگا ہے کسی کے جسم پر چند چیتھڑے زیادہ ہیں اور وہ اپنے سے کم موقع شخص کو انسان ہی نہیں سمجھتا۔ اس سے غافل کہ اگر یہی اصول ہو تو تجھے بھی تجھ سے زیادہ روغن اور روئی یا اون والا اسی نگاہ سے دیکھتا ہوگا۔ وہ جس کی جیب میں چند تانبے چاندی یا سونے کے ٹکڑے زیادہ ہیں وہ سوچتا ہے کہ دُنیا اُس کے اشارے پر چل رہی ہے۔ بھولا ہوا کہ ان دھاتوں کا پہاڑ بھی بعض وقت مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نافع نہیں ہے۔

ہمارے تہذیب اور شائستگی کے زمانہ کی کاشت میں ایک مخصوص تھیوری یہ ہے کہ قوی کو بہ نسبت ضعیف کے زندہ رہنے کا زیادہ حق ہے کیوں اس لئے کہ وہ قوی ہے۔ کمزور کیوں تباہ ہو اسلئے کہ وہ کمزور ہے اور نیست و نابود ہونیکا شایاں۔ بچیگا وہی جو مضبوط ہوگا۔

کوئی ہے جسنے چند حروف زیادہ پڑھے ہیں اور اُسکے مزاج کا عدم اعتدال سب سے زیادہ اندوہناک ہے۔ وہ علم کی جڑ کاٹ رہا ہے۔ بخبر ہوش کہ اُسے بعض وقت اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ میں تمیز نہیں۔ وہ اپنی اصل بھول گیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اُس کی اصل کا ایک قطرہ کائنات کے مادہ داخلی کی کچھ چیزوں کا نمونہ ہے۔ اُسپر خارجی اثرات بھی سب ایسے نہ تھے جو اسے آئندہ معصوم ہی بنا سکتے۔

اور پھر اس قطرہ کو کائنات سے حصول علم و عقل کے لئے منجملہ دیگر آلات کے حصہ رسدی حصہ ملا تھا وہ عالمانہ جہل سے واقف نہ تھا کوئی اپنے تقدس کے فریب میں ہے وہ شاید ہی کسی خیالی شخص کو مقدس تر سمجھتا ہو لیکن اپنے سے نامقدس تر لوگوں کو چھوتا نہیں۔ کوئی ہے جسکے پاس کچھ چیزیں ہیں دہاتوں۔ غلہ۔ روئی۔ اون یا شکر سے بنی ہوئی۔ وہ مطمئن ہے۔ روئے کوئی یتیم۔ بیوہ یا مجبور جسقدر رو سکے وہ نہ دیگا اسلئے کہ وہ اس پر قابض ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ نہ دینے میں ہم اپنے حق کے اندر ہیں۔ کیا یہی توام علم ہے۔ کیا یہی انسان ہے؟ جو کچھ بھی ہو مگر مجھے یقین ہے کہ میری مذکورہ باتوں میں سے کل کسی یا کسی کی مثل کسی حالت میں ہم لوگ اسوقت مبتلا نہیں ہیں۔ آج یا آج ہی کے ایسے جلسوں کا پروگرام ملاحظہ کیجئے یہ کل آپکو بتائینگے کہ انکی غرض اُن مکروہ باتوں سے بالکل الگ ہے جسمیں انسان اپنے کو گھرا ہوا پاتا ہے۔ ہمارا یہاں ہونا۔ اسوقت ہونا۔ اپنی ضرورتوں اور اپنے وقت کو ضروریات سیاسی ضروریات خانہ داری۔ ضروریات اقتصادی وغیرہ سے علیحدہ کرکے دینی اذکار کی طرف مخاطب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ہم لوگوں میں اکثر امور ایکے فشار کے وقت بھی روحانیت کی چاشنی باقی ہے ہماری روحانیت جو دُنیا کے اُس حیرت خیز مجموعہ خیر سے لو لگائے ہے جسے اسلام کہتے ہیں اس بہترین نمونہ قدرت الٰہی کے تشخص عالی سے وابستہ ہے جسکا اسم گرامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرات! میری یہ تمہید مقدمہ ہے اُس امر کا جسکو میں آپ کی سماعت کے حوالہ کیا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ سے کوئی آواز اگر قومی ساز سے ایسی نکل رہی ہے جسمیں معنی دار ہم آہنگی کہی جائے تو وہ یہ ہے کہ مسلمان کیوں آج اس حالت میں ہیں یا کیوں وہ ویسے نہیں ہیں جیسے کبھی تھے یا کیوں وہ زوال پذیر ہیں۔

اس سوال میں ایک اور صاف جواب دیتا ہوں کہ مسلمان اپنے اُن خصائل پر نہیں ہیں جنپر وہ قائم تھے۔ وہ اسلامی تعلیم کے احساس سے دور ہو گئے یا اُن کا اسلامی مزاج متغیر ہو گیا۔

اس سے شاید آپ میں سے کچھ حضرات یہ سمجھیں کہ میں آپکو کسی طویل حد تک اسلام کے اسباب عروج و زوال کیطرف لیجاؤنگا۔ نہیں۔ اسکے لئے کوئی ایک تقریر کافی نہیں ہو سکتی اور نہ اسکے لئے

جن مختلف حیثیتوں کی طرف جانا ہوگا اُس سے کوئی علم دلچسپی کی امید کیجا سکتی ہے نہ مجھے اسقدر وقت حاصل ہے جو کچھ مجھے آج کہنا ہے اُسے زیادہ تر شارعؑ مقدس کی ذات والاصفات اور اُنکی تعلیم کے خصلت گر اثر سے تعلق ہے اور بس۔

لیکن اس وقت آپ کو اس سوال کا حق حاصل ہے کہ خصلت یا خاصہ سے میرا کیا مطلب ہے کیا اس سے میرا مطلب کسی ایسے شخص سے ہے جسے کسی خاص حیثیت کی پوشاک کسی خاص قسم کے کھانے یا کسی خاص نوعیت کی بود و باش سے رغبت ہے یا کسی ایسے شخص سے غرض ہے جو علوم کا پلندا ہے اور بس یا کسی ایسے انسان سے ہے جو بیحد تیز اور روشن عقل کا آدمی ہے لباس اور غذا سے خصایل سے کوئی نسبت نہیں۔ لباس اور غذا خارجی اور بایں ہمہ لنگی چیزیں ہیں اُن کا ہونا یا نہ ہونا خصایل کا وجود یا عدم نہیں ہے۔ اور میں آپکو ایک مثال دیتا ہوں اسکندر اعظم نے اپنے زمانہ کے ایک بڑے حکیم کی شہرت سُنی۔ اور اُسکی ملاقات کو گیا۔ اسکندر اعظم کوئی معمولی آدمی نہیں حکمت مآب کا حال سنیں کہ ان کے پاس بجز ستر پوشی کے کچھ زیادہ کپڑے نہیں ہیں ہاتھ میں ایک سرکنڈا ہے اور ایک لگن میں رسی بندھی ہے اور اُسے کھینچتے پھرتے ہیں۔ اور آرام کی ضرورت کے وقت اُسی میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اسکندر کے پہنچنے کے وقت حکیم کا مزاج ناساز تھا اور اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے دھوپ کھا رہے تھے آپ سوچ سکتے ہیں کہ شان و شکوہ کے عادی اسکندر کو اس عجیب ہیئت نے کسقدر متحیر کیا ہوگا۔ اسکندر قریب کھڑا ہوا اس طرح کہ آفتاب اور حکیم کے درمیان آڑ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ لگن تو کچھ زیادہ آرام نہ دیتی ہوگی۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو اس سے زیادہ آرام کی چیزیں مہیا کر دی جائیں۔ حکیم نے اسکندر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اگر تم کچھ دینا ہی چاہتے ہو تو دھوپ چھوڑ دو۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ سکندر اور اُسکی شان ہی اگر سب کچھ ہوتی تو اُسے ایک مفلس کے پاس جانیکی ضرورت نہ تھی۔ انسانی دلچسپی اور حیرت کے لئے شاہانہ سامان سب کچھ نہ تھے بلکہ کچھ اس کے علاوہ ہی تھا۔ جو اسکندر ایک دنیا سے بھاگے ہوئے شخص میں دیکھنے گیا تھا۔

دیکھا؟ دیکھا۔ حکیم کے جواب نے اُس کے تمام خواب راحت پر وہ کاری ضرب لگائی جو دارا کی تمام فوج نہ لگا سکی وہ بغیر سمجھے نہیں رہ سکتا تھا کہ شان وشکوہ امید راحت۔ امید عافیت۔ امید منصب جاہ ہی اگر سب کچھ ہوتا تو آج یہ فقیر بھی اور خوشامدیوں کی طرح میری انداز نظر کا غلام بنتا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر زیادہ تر لوگ اس قصہ کے حکم بنائے جائیں خصوصاً اس زمانہ میں تو وہ کہینگے حکیم کاہے کو تھا دیوانہ تھا۔ اسے موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا تھا بادشاہ اُسکے پاس آگیا تھا۔ اُس کے لئے کیا کچھ نہ کر دیتا۔ دیوانو۔ دیوانگی کہیں۔ فاتحانِ عالم کو کھینچ سکتی ہے۔ حکیم میں کوئی بات بھی۔ بات کی شہرت تھی۔ اور بات یہ تھی کہ حکیم کی طبیعت اپنی تربیت میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ عارضی چیزیں اُسکی حاکم نہ بنجاتیں۔ اُسے مغلوب نہ کر دیتیں۔ شاہانہ عجز اور لاپروائی کی استغنا۔ تمہارے سامنے ہے تم خود فیصلہ کرو کہ کون فاتح تر تھا۔ جو اس موقع پر فاتح تر تھا۔ وہی صاحب خصایل تھا۔ اُسکی قوت اُسکی خصلت میں تھی۔ عارضی چیزوں میں نہ تھی۔ اسی طرح اے حضرات محض علم بھی کسی کو صاحب خصایل نہیں بنا سکتا۔ جس طرح محض نسخہ کسی مریض کو اچھا نہیں کر سکتا۔ ہم نے اور تم نے کتنے پروفیسروں اور معقول حد تک پڑھے لکھوں کو لہو ولعب اور فواحش میں مبتلا سنا اور دیکھا ہے۔ کیا ہر بڑی حد تک پڑھا لکھا ہی ہونا ہر حیثیت سے اعتبار کا شایاں ہو جاتا ہے اور تم اُسکے خصایل پر اعتبار کرتے ہو۔ کیا اسی طرح ہر بڑا سمجھدار تمہارے بھروسہ کے قابل ہے اور تم کو یقین ہے کہ وہ تمہارے اعتبار کے ساتھ خیانت نہ کریگا نہیں۔ بلکہ تمہیں تو تجربہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ سمجھدار ہے وہ زیادہ سمجھداری سے مکروہات کا عامل ہو سکتا ہے اور یہ وہ کیا بات ہے کہ تم نسبتاً ایک کم پڑھے لکھے اور کم عقل شخص پر اکثر امورات میں اعتبار کرتے ہو۔ اگرچہ تمہیں اُسکے درجہ علم وعقل پر اعتبار نہ ہو۔ خصلت۔

برادران ملت!

علم ہمیں راست خیالی میں مدد دیتا ہے۔ اور ہماری عقل میں اضافہ کرتا ہے عقل ہمیں مختلف حیثیات کے امتیاز میں مدد دیتی ہے۔ علم اور عقل کا بہتر استعمال مناسب حالتوں اور کیفیات کے انتخاب

میں رہنما ہوتا ہے محض علم اور عقل ہی ممدوح نہیں ہے اگر وہ اُس شے کے حصول میں مدد نہ دے جسے خاصہ کہتے ہیں۔ خاصہ بہتر مفہوم میں۔ ورنہ غارتگری۔ فریب اور ایذارسانی بھی خاصہ میں داخل ہے۔

قوموں اور افراد کی خاصہ سازی میں بہت سی چیزیں معین ہوا کرتی ہیں۔ اُن میں سے آب وہوا۔ سرزمین اور گردوپیش کے اسباب۔ بھی ہیں۔ دور کیوں جائیے خود ہندوستان کے مختلف صوبجات میں سرزمین اور آب وہوا کے اثر نے نہ صرف رنگ۔ بلکہ لہجہ اور زبان۔ عادات وطرز معاشرت اور خصوصاً خصایل پر اثر کیا ہے۔ مثلاً مغربی ہند اور مشرقی ہند کے باشندوں میں آپ زمین وآسمان کا فرق پائینگے۔ ایک مغربی سرحدی مشرقی ہند کے آدمی سے ایک بالکل علیحدہ آدمی ہے۔ ایک اگر نرم و نازک ہے اور نرمی اور نازکی کے ساتھ ویسی ہی جلوگیر عادتیں ہیں تو دوسرا سخت اور قوی ہے اور اسکے ساتھ اُسکی ویسی ہی عادتیں ہیں ان عادتوں میں بھی آب وہوا اور سرزمین کے فرق کیساتھ درجہ بھی ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز بہت ہی کم ہو جایا کرتا ہے۔

قومی ساخت کی یہ صورت ہے جسے میں فطری حیثیت کہتا ہوں۔ لیکن اسکے علاوہ بھی ایک صورت ہے جسے میں اخلاقی حیثیت کی خصایل سازی کہتا ہوں۔ اور وہ اس طرح ہے کہ جب افراد قبیلوں اور رفتہ رفتہ ایک قوم اپنے تجربہ اخلاقی میں ایک حد تک ترقی کرتی ہے تو اسمیں اُسکے مشہور اور نامور اشخاص کے اثر کے موافق اُنکے غور اُنکی عادات اور اُنکی عقل کے درجہ کے لحاظ سے جماعت کے نزدیک کچھ باتیں ممدوح اور کچھ غیر ممدوح ہوتی ہیں۔ اسکی بھی مختلف قوموں میں مدارج ہیں۔ کچھ قومیں ایک امر کو مستحسن سمجھ سکتی ہیں جسے دوسری نہ سمجھتی ہوں یا اسکے بالعکس سمجھتی ہوں اور جوں جوں اُنکا تجربہ اخلاقی ترقی کرتا جاتا ہے اور اُنکے خاصہ میں قبول کرنیکی صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے وہ ایک چیز کو جسے وہ کبھی بُرا سمجھتی تھیں آئندہ اپنا جزو معاشرت خیال کرنے لگتی ہیں یا جن باتوں کو وہ مکروہ نہ سمجھتی تھیں آئندہ متروک قرار دیتی ہیں۔

مثلاً ایک وقت ہندوستان میں تعدد ازدواج (ایک عورت کے کئی شوہر ہونا) اور نیوگ کے آثار ہیں لیکن اب تعدد ازدواج بجز چند پہاڑی مقامات کے اور نیوگ بجز ایک خاص فرقہ کے ہندوستان میں قبولیت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسکے برخلاف تعدد ازدواج تبت میں ایک عام رسم ہے بہت ممکن ہے کہ وہاں بھی

آیندہ ترک ہو جائے۔ اسکے برعکس کسی وقت یورپ ہم مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر اپنی فصاحت صرف کیا
کرتا تھا لیکن اب یورپ اور امریکہ ایک سال میں اتنے طلاق دیا کرتا ہے جو ہم مسلمانوں نے اپنے ابتدا
سے آجتک نہیں دیئے تھے۔ اور خدا ہم مسلمانوں کو طلاق کی اس شاعرانہ افراط اور نوعیت سے محفوظ رکھے
اور ہمیں اس مسئلہ میں مطلق افسوس نہ کرنا چاہیئے کہ ہم استاد نہ بنے۔ بلکہ شکر ہے کہ ہم شاگرد بھی نہ بنے۔

قوموں میں عادات کے داخلہ اور خارجہ کی اور بہت سی مثالیں ہیں علاوہ اس کے کہ وہ بری ہوں یا اچھی اور
یہ ایک زمانہ دراز کا کام ہے کہ وہ چند حالتوں کو قوم کا جزو خصایل بنادے۔ اس داخلہ اور خارجہ کے اسباب میں
قوموں کا ارتباط اور ذرائع آمد و رفت کی آسانی بھی ہے جو ایک قوم میں دوسری قوم کی بھلائی اور برائی داخل
اور خارج کرتی جاتی ہے۔

اصول معاشرت اور اصول اخلاق قوموں میں جس درجہ کے ہوتے ہیں وہ اگرچہ ایک خزانہ ہیں لیکن
یہ میری پہلی مثال کے ایسے ہیں کہ محض نسخہ کسی کو اچھا نہیں کر سکتا جبتک اُسکا باقاعدہ استعمال نہ ہو۔
بلکہ اصول معاشرت اور اصول اخلاق کی موجودگی کے بعد جو بات ایک قوم سے ترقی کراتی ہے وہ عمل ہے
عمل نہیں ہو سکتا جبتک کہ نظم اور اصول ایسا موافق فطرت انسانی نہ ہو جسے وہ قبول نہ کر سکے۔

اسی طرح زبردست قومیں اپنے سے کمزور قوموں کے خصایل بناتی ہیں۔ اور اس خوش اعتقادی کو
جگہ نہیں دی سکتی کہ وہ اپنے برابر چہ جائیکہ اپنے سے بہتر بنانے کی فکر کرتی ہوں۔ مثلاً ہندوستان میں
دیکھئے کہ ہندوؤں کے ساتھ ایک زمانہ سے بہت سی قومیں رہتی سہتی چلی آتی ہیں۔ لیکن انکے انداز و
اطوار اور خود مذہبی اور اخلاقی مجموعہ کو بھی دیکھئے تو اُن سے اور ہندوؤں سے آپ زمین و آسمان کا
فرق پائینگے۔ بہ استثنائے اس صورت کے کہ جو کچھ اثر ہزارہا برس کی بود و باش سے پڑا ہو۔
آپ دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں اور ہندوستان کے اُن باشندوں میں جنہیں بعض تحقیقات کی بنیاد
پر اصلی باشندہ کہیں برتاؤ اور آئین کی معاشرت کا کس درجہ فرق ہے۔ اور اگر آپ ۱۸۹۱ء کے راجپوتانہ
کی مردم شماری کی رپورٹ پڑھیں تو اُس میں آپ ایک فہرست پائینگے کہ ہندو مقننین نے ایک
فہرست بنائی ہے کہ برہمن راجپوت۔ ویش اور شودر کونسے کام کریں۔ اور پھر اُن کی اور تقسیمیں مثلاً برہمن

اور شودر سے۔ برہمن اور اچھوت سے۔ ویش اور شودر سے اور ویش اور برہمن سے اور اسی طرح پیدا شدہ نے فرقہ اور فرقوں کے افراد کیا کریں۔ یہانتک کہ اُس میں ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں ناچنے گانے وغیرہ اور فضلات اُٹھانے کا کام بھی سپرد ہوتا ہے۔

اس طرح یہاں یا کہیں کی اچھوت قومیں مضبوط قوموں کے مذہبی یا سیاسی تعصب سے گویا ایک لامعلوم زمانہ کے لئے اپنے ایسے فطری حقوق سے بھی محروم کردی جاتی ہیں۔ کہ وہ دُنیا میں کوئی خاص پیشہ اپنے فطری میلان سے اختیار کریں۔ لیکن چونکہ ایسے قوانین کسی مخصوص فرقہ کے تحفظ حقوق اور دوسروں کے ساتھ عدم انصاف پر مبنی ہوتے ہیں اسلئے یہ بہت دنوں تک کوئی زبردست روک نہیں ہوسکتی۔ اور اس کے علاوہ وہ لامعلوم اسباب جو انسان کے خیالات پر متموج رہتے ہیں برہمن کو گھٹاتے گھٹاتے شودر بنا دیتے ہیں اور شودر کو بڑھاتے بڑھاتے برہمن بنا دیتے ہیں۔ یہیں کی مثال لیجئے کہ ایک وقت برہمن دیوتا اپنے کو پوجواسکے لیکن کیا آج انہیں یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کبھی کے اپنے بناکردہ تقسیم محنت کے اصول کو نافذ کرسکیں۔ نہیں۔ بلکہ وہ شخص بھی جو پیشہ کے اعتبار سے ذلیل ترین آدمی تھا اب حق رکھتا ہے کہ اُن ذرائع کو عمل میں لائے جس سے وہ ترقی کرتے کرتے برہمن سے اپنے کو سلام کراسکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک وقت اگرچہ کسی کو ایسی معاشرتی حالت پر رکھنا بعض حیثیتوں سے کسی مضبوط گروہ کے لئے نافع تھا۔ لیکن اسباب کے بدلنے کے ساتھ وہی اصول اُن کی کمزوری کا ذریعہ بنگیا۔ آج ایسے کروڑہا آدمیوں کو ہندوؤں سے مرہون احسان ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اور اس طرح ہندوؤں کے جسم سے ایک بڑا ٹکڑہ نکل جاتا ہے جو مناسب داشت اور برتاؤ سے اُن کے قومی اور مذہبی جسم کا ایک جزو ہو جاتا۔ اس کے برخلاف وہ قومیں جو اصول جذب کے صحیح تر اصول پر قائم ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ ایسے ٹکڑہ کو اپنا کرکے اپنے حجم کو کیوں نہ بڑھاؤ چنانچہ اسکی کوششیں آپ دیکھتے ہونگے۔

اور آپ نے بدترین کے اقوال بھی سُنے ہونگے جس سے مجھے بحث نہیں ہے۔

تو برادرانِ ملت۔ میں آپ سے علم۔ اخلاق۔ آب وہوا۔ سرزمین۔ عقل اور معاشرت کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اب میں آپ کو ایک اور نہایت قوی چیز کی طرف توجہ دلاتا ہوں جسے مذہب کہتے ہیں اور جو خصایل سازی میں ایک حد تک بڑا رسوخ رکھتا ہے۔

لیکن مذہب کا لفظ بھی بجائے خود ایک چیستان ہے اور یہ بھی اپنی تخییل نظریات عمل اور احساس میں اسقدر مختلف ہے کہ محض مذہب کا لفظ عام حیثیت سے خصایل ساز نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ اُن میں ایک نقاد کے نزدیک اگرکچھ باتیں ہیں جو ایک گروہ انسانی کو کسی خاص خیال پر لانے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ لیکن کچھ اور باتیں بھی ایسی متناقض ہیں جو اگرچہ بظاہر سننے اور بادی النظر میں بھلی دکھائی دیتی ہوں۔ لیکن وہ عقل کے نزدیک خصایل سازی میں کوئی درجۂ امتیاز نہیں رکھتیں۔ مذاہب میں بھی خوشبو کی طرح درجے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس میں بھی مختلف خوشبوئیں مل کر ایک عطر بن جاتا ہے۔ اور عطر میں بھی اُن کے عناصر اور ترکیب اُس کے لئے درجہ امتیاز ہوا کرتی ہے۔ یہی حالت مذاہب کی ہے۔ تم ہر ایک مذہب پر اُس کے شارع کی ذات کا اثر پاؤگے۔ وہ جیسا بھی ہو وہ تو ویسا ہی ہوگا جس درجہ کی شارع کی عقل اور اخلاق ہوگا۔ اور جس حد تک یہ چیزیں اُس کے عمل میں داخل ہوکر اُس کی خصایل ساز ہوئی ہونگی۔ اعتقادی حیثیت سے تم اس میں الہام بھی شامل کرسکتے ہو۔ لیکن اس میں بھی تمکو ملکہ اور استعداد قبولیت و فہم کا درجہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ تم انسانوں میں دیکھتے ہو کہ حکام اُسے اس کی قابلیت کے موافق منصب عطا کرتے ہیں یا اعتبار کا شایاں ٹھہراتے ہیں۔ تم احکم الحاکمین سے کیوں چاہتے ہو کہ وہ کسی بندے اور نبی کو اُس کے تحمل سے زیادہ بار عطا کریگا۔ اُس سے زیادہ اعتبار کا شایاں ٹھہرائیگا جیسا وہ ہوگا۔

مثلاً تم بنی اسرائیل میں بیشمار انبیا پاؤگے لیکن فضلنا بعضکم علیٰ بعض کی اگر

تصدیق کرنا چاہو تو کیا تم دیگر انبیاے بنی اسرائیل کے تاریخی حیثیت کے افعال حضرت یوسف اور حضرت موسےٰ کے مقابل پاؤ گے جن میں سے ایک نے دور افتادہ مصری بنی اسرائیل میں احساس قومیت پیدا کیا اور دوسرے نے انہیں بہت سی پابندیوں سے آزاد کر کے اپنی حیات جینے اور اپنی موت مرنے کا سبق دیا اور ایک قانون حوالہ کیا۔ اس طرح مریدان مے پرانند کے اصول سے الگ ہو کر دیکھو کہ اگرچہ حضرت ابن مریم ممتاز انبیا میں ہوئے۔ لیکن ایک مورخ کے نزدیک کیا ان کی ذات سے ویسے بڑے افعال صادر ہوئے جیسے حضرت موسےٰ سے ؟

خیر تو میری غرض نہ تقابل مذہب ہے نہ تقابل بانیان مذاہب بلکہ درجہ استحداد۔ اور ہم اس کے لئے مجبور ہیں کہ ہر ایک کو اُس کے معلوم درجہ سے سمجھیں۔ اور اُس درجہ سے قوم اور مذہب پر اُس کا خصلت گر اثر سمجھیں۔

برادران ملت! میں یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اگرچہ مذہب ایک خیال پر لانے اور خصایل سازی کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اُس کا درجہ خصایل سازی ایک نہیں ہے بلکہ وہ اُس درجہ خصایل ساز ہوگا جسقدر اُس میں تناقض کم ہوگا۔ اور جس درجہ اُس میں علم عقل اخلاق اور معاشرت کی ہم آہنگی اور جذب کرنے کی قابلیت ہوگی۔ اور جسقدر اُس کے شارع کی ذات کا اثر ہوگا۔ ذات جس میں خصایل اپنی حیثیت سے چمکتے ہونگے۔

مذاہب میں تناقض کی مثالیں بعض یہ بھی ہیں کہ توحید بھی ہے اور گھر گھر کا ایک ایک خود ساختہ خدا بھی ہے۔ توحید بھی ہے۔ تثلیث بھی ہے۔ صلح بھی ہے۔ تلوار کرنے بھی آئے ہیں۔ اخلاق کے وعظ بھی ہیں اور ام الخبائث سے مذہبی احتیاط کیا معنی جواز کا حکم ہے۔ فی نفسہ ہم گنہگار بھی ہیں اور امید مغفرت بھی تائید رہبانیت بھی ہے اور اعتراف تمدن بھی فلسفہ کے لکچر بھی ہیں اور بانسلی کی شست بھی ہے تعدد ازدواج پر بوچھاڑ بھی ہے۔ تعدد ازدواج کا اصول بھی ہے۔ معجزات کا اقرار بھی ہے اور چرخ سنڈولے

کی شاگردی بھی ہے۔ ہاں حضرات چرخ ہنڈولے کو دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ یا تو اسکی ایجاد سے مسئلہ تناسخ کا الہام ہوا یا مسئلہ تناسخ کے وجود سے اس کا جنم ہوا۔ اس طرح اکثر مذاہب میں تم اچھے اچھے الفاظ کا خوشنما ڈھیر پاؤ گے۔ لیکن اُسی مذہب کے مقلدین کا عمل بتائیگا کہ وہ عملاً بے سود ہے۔ اسی طرح بعض مذاہب ہیں جو اپنے کو ترقی خیز کہتے ہیں۔ مجھے ترقی کے لفظ سے بھیانک نہ ہونا چاہئے۔ لیکن مذہبی اصول کی ترقی اگر قینچی اور بسولے کے زیر اہتمام ہے تو مجھے اپنے مذہب کے متعلق احتیاط کرنی پڑے گی۔ لفظ ترقی ابتدائی عدم تکمیل کا خیال دلاتا ہے۔ اگر ترقی سے اصولی ترقی مراد ہو۔ اور اگر اصول ترقی ہر زبان اور ہر زمانہ کے حوالہ رہے تو اُس میں ایک بے یقینی مُضمر ہے اور ایسی بے یقینی خصوصاً امورات روحانی کے متعلق جسقدر خصایل کے ڈگمگادینے والی ہے وہ دور از قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ جو باتیں ہم آج اچھی سمجھتے ہیں وہ کل بدل جائیں۔ یا آج جنکو ہم غیر صحیح سمجھتے ہیں۔ اُنہیں کل صحیح سمجھنے لگیں اس سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ ریگ رواں پر مکان کی بنیاد قائم نہیں کیجا سکتی۔

پھر بھی اے حضرات اگرچہ کوئی قوم یا فرد مثالی حیثیت کا صاحب خصایل نہ ہو لیکن اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ کسی کی کم مگر اچھی باتوں سے بھی ہم متنفر ہوں۔ بلکہ جو فرد اور قوم اپنے خصایل کے جس درجہ پر ہو ہمیں اُسکا صحیح اندازہ کرنا چاہئے۔ اور یہ صحیح اندازہ ہی ہمیں آئندہ اپنی خصایل میں ترقی کرنے کا محرک ہو سکتا ہے۔ ایک مثل مشہور ہے کہ ستر ٹانکی کھا کر مہادیو بنتے ہیں۔ لیکن حضرات ستر ہزار ٹانکی کھا کر بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب بننا ختم ہو گیا۔ کسی صاحب خصایل انسان کا کسی قوم میں ہونا بیشمار خزانے سے زیادہ نافع ہے۔ خزانہ بچہ نہیں جنتا لیکن صاحب خصلت انسان ایک کارخانہ ہے جو آدمی بناتا رہتا ہے۔ اور یہ اثر ایک زمانہ لامعلوم تک جاری رہسکتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح حیثیت کے پیرو اور شاگرد پیدا ہوتے جائیں۔ اور ہمیں ہمیں سمجھنا

کہ کسی قوم کے صاحب خصایل کہے جانے کے بعد کیا باقی رہتا ہے جس کی اُسے محتاجی ہونی چاہئے۔

برادران ملت! میں اب تک خاصہ یا خصلت کی کوئی جامع اور مانع تعریف کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے کہ میرے نزدیک یہ ایک فکر محال ہے۔ بلکہ میں مثالوں سے اپنا مفہوم سمجھا رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک معروف کی معرفت اور منکر سے اعراض جس حد تک کسی کے خیال اور عمل میں جاری ہو گیا ہے اسی حد تک۔ وہ صاحب خاصہ ہے۔

لطافت اخلاقی۔ خصوصیات معاشرت۔ نکات مذہب وغیرہ کا ہر طبقہ فہم و معلومات اشخاص کو سمجھانا آسان کام نہیں ہے۔ لیکن کوئی شخص جو ان صفات سے متصف ہے وہ ایک ایسی کتاب ہے جسے ہر عالم و جاہل پڑھ سکتا ہے اور یہ فلسفہ اخلاق کے لمبے لمبے لکچروں سے کہیں زیادہ نافع ہے۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کوئی شخص قائل مذہب ہو لیکن اقرار خصایل بغیر چارہ نہیں۔

اے حضرات ایسی خصلت کا اعلےٰ ترین نور اُس ذات مقدس سے چمکا تھا کہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

میری زبان بیچین ہے کہ اُس کے نام سے اپنے کو مقدس کرے۔ میرے کان اُس صدا کے مشتاق ہیں جو اس اسم گرامی کے تلفظ سے پیدا ہوئی ہو۔ میری قوت شامہ اُن ذرات فضا اور متوج ہوا کو سونگھے گی جن پر یہ نام لہرا رہا ہو۔ میرا ارادہ ناز کریگا کہ میں نے عالم ابتری میں اس اسم مقدس سے جھنجھناہٹ پیدا کر دی اور میرا دل فخر کریگا۔ کہ مجھے وہ خون چوم رہا ہے جس میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مقدس سے حرکت ہوئی تھی۔

برادران ملت! نہ کسی موافق کو شبہ ہوا نہ کسی مخالف کو یہ کہنے کی جراءت ہوئی کہ نبیؐ عربی اور ہادی عالم نے عرب یا افضلے عالم کے اُن قوموں کا جو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قومی۔ مذہبی۔ اخلاقی یا معاشرتی خاصہ پست کر دیا۔ نہیں۔ بلکہ اور حالات میں کیسا ہی مفتری کیوں نہ ہو مجبوراً۔ اضطراراً اس کا اقرار کیا ہے کہ نبیؐ عربی نے لحن اخلاق بلند کر دیا۔ ایک ناقابل مقابلہ معاشرت قائم کر دی۔ نہایت صاف اور سادی شریعت خلق اللہ کے حوالہ کی اور اپنی زندگی میں اپنے طریقہ عمل میں مسلمانوں کیلئے مثال قائم کر دی۔ اور خصایل سازی کی ابتدا ایسی قوم سے کی جس سے سخت تر قوم تلاش کرنا بیسود ہے۔

مسلمانو! کس نے خدا کو روکا ہے کہ وہ کسی فرد یا افراد یا قوم کو اپنا نقارہ نہ بنادے ہادی عالم کو امین کون کہتا تھا؟ کفار قریش۔ کون جانے کہ خداوند تعالےٰ نے پہلے اُسے منکرین کے منہ سے امین کہلوایا جسے کچھ دنوں کے بعد اپنا امین کرنیوالا تھا۔ اب میں مثال کے میدان میں کھڑا ہوں۔ واقعات ہمیشہ واقعات ہیں۔ اور اپنے ہادی کے واقعات سے بہت کم مسلمان ہیں جو واقف نہ ہوں۔ میں اُن میں سے بہت ہی کم منتخب کرونگا۔ اس لئے کہ ہم اور آپ اُس احساس صحیح سے مستفیض ہیں۔ جو بڑے حرکات نفس کے سننے سے ہوتا ہے اور اصول کے بعض نکات کی تصوری کروں اور پھر مسلمانوں پر اس کے اثر کی یاددہانی کروں۔

برادران ملت۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہادی برحق کے نفس عظیم کی بہت سی حیرت خیز مثالیں فطری حیثیت سے میری سمجھ میں نہ آتیں اگر ساخت خاصہ کے سلسلہ میں میرا یہ خیال نہ ہوتا کہ خاصہ لبشرہ اور قیافہ کو بناتا ہے اور لہجہ پر اثر کرتا ہے اور عفت نفس ایسا نور پیدا کر دیتی ہے جو انسان پر اثر کرتا ہے اور اُس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایسے نفس مطہر کا ارادہ اسقدر غالب اور قوی ہوتا ہے جس کا گنہگار انسان مقابلہ نہیں کر سکتا

عالم ناشنوی دوسری چیز ہے یہی خاصہ اور بشرہ اور ارادہ اور عظمت نفس وہ چیز تھی
جس نے سراقہ بریدہ ابن الخطیب اور عورث بن حارث محاربی۔ اور دعثور ابن حارث
کو اپنا غلام بنالیا اگرچہ یہ سب اس ملعون ارادہ سے آئے تھے کہ ہادی برحق کو شہید کر ڈالیں
لیکن قربت میں۔ نظارہ جمال نبوی۔ اور چند لفظوں کا سننا تھا کہ قاتل غلام بن گئے۔
تمام۔ ارادہ اور ارادہ کے ساتھ خاصہ بدل گیا۔ کسی غیر مسلم نے اس معجزہ کا انکار نہیں کیا
بلکہ معترضانہ حیثیت سے لکھا ہے۔

برادران اسلام ہم سب اور ہمارے ذریعہ سے دوسری قومیں بھی واقف ہیں اور ہمیں
اسکا فخر ہے کہ ہم علم بردار توحید ہیں اور توحید ہی اسلام کا اصل اصول ہے۔ آپ کو حیرت
ہوگی کہ میں نے توحید کا اثر مسلمانوں سے نہیں سمجھا۔ بلکہ غیر مسلم مدبرین کی توحید کے متعلق
بعض چھاپی چھاپائی باتوں نے مجھے توحید کا اثر سمجھایا۔ میں اصول کے متعلق اثر توحید کے علاوہ
کچھ نہ کہونگا میں نہ توحید کی مذہبی تاریخ بیان کرونگا اور نہ مقابلہ کرونگا بلکہ میں صرف
اسقدر کہونگا کہ غیر مسلمین نے بھی اسے تسلیم کیا ہے کہ اسلام سے بڑھکر کسی مذہب نے
توحید پر اسقدر زور نہیں دیا۔ یہی ہمارا مرکز ہے۔ یہ خداوند تعالی کی عظمت وجلال اُسکی
محبت۔ اُس کی تعریف کا احساس اور اُس پر بھروسہ تھا کہ مسلمان نہ کسی خطرہ کو خطرہ سمجھتا
تھا اور نہ کسی فریب دینے والی چیز کا گرویدہ ہوتا تھا۔ وہ میدانِ جنگ میں بیخوف سپاہی
تھا۔ جسے اپنی کمی تعداد اور دشمنوں کی زیادتی سے کوئی خوف نہ تھا۔ تلواروں کی جھنکار اور
پیغام موت لانے والے حربوں سے معانقے کے لئے دوڑتا تھا۔ ہر مصیبت اور خوشی پر شاکر تھا
اُسے اطمینان قلبی اور اعتبار تھا کہ ہمیں ملہم من اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور اُسے بقدر قوت
واستطاعت پورا کرتا تھا۔ لیکن یہی بیخوف سپاہی حصیر طاعت پر بید کی طرح کانپتا
تھا۔ عجز والحاح سے اپنے معبود اپنے خالق اور اپنے رب کی درگاہ میں دعائیں مانگتا
تھا۔ اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتا تھا۔ اور خدا ہی سے مدد مانگتا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ

اپنے کو خدا کا بندہ سمجھتا تھا۔ اپنے کو انسانوں کا بندہ نہیں خیال کرتا تھا۔
یہ ایک مرتبہ کا واقعہ نہیں ہے کہ مجاہدین اسلام کو اللہ اکبر کے نعرہ نے فتحیاب کیا ہو۔
کیا۔ مسلمانوں کی ہمعصر غیر مسلم قوموں کے پاس جنگی نعرے نہ تھے۔ تھے۔ لیکن کوئی
اللہ اکبر کا ایسا نہ تھا۔ غیر مسلم کے پاس الفاظ تھے جنسے غم۔ خوشی یا جوش کا مفہوم پیدا
کر لیا گیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا نعرۂ جنگ کوئی بے معنی لفظ نہ تھا جو کسی خاص موقع
کے لئے اٹھا رکھا جاتا ہو۔ نہیں بلکہ جو صبح سے رات تک وردِ زبان رہتا تھا۔ بلکہ جو
گھٹی میں پڑا ہے۔ غیر مسلمین کے پاس اگر لفظ تھے تو یہ ہم آہنگی نہ تھی۔ یہ قوت
نہ تھی۔ یہ دل سے لگی ہوئی بات نہ تھی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس وقت مسلمان
خدا ہی کی بڑائی کا اقرار کرتے تھے تو انسان کا افتخار دہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ
ہو پست ہو جاتا تھا۔ اور یہ ایک بجلی کی شدید لہر تھی جو دشمنوں کو مبہوت اور
بے قوت کر دیتی تھی۔
میں نے کہا ہے کہ خدا کی بزرگی کا خیال اور اللہ اکبر ہماری گھٹی میں پڑا ہے نہیں
بلکہ گھٹی دیئے جانے سے بھی پہلے۔ کون مسلمان نہیں جانتا کہ بچہ کی ولادت کے بعد اُس
کے کانوں کے قریب اذان دیجاتی ہے۔ ہم میں سے کے آدمی ہیں جنہوں نے اس رسم
کی سادی عظمت پر غور کیا ہے۔ رسم کہنا ہمارے موجودہ رواج کے لحاظ سے ہے
ورنہ مذہب اپنے حقیقی لباس اور تنہا سادگی سے سامنے کھڑا ہے۔ ذرا مجھے تھوڑی سی
مصوری کرنے دیجئے۔ غور کیجئے۔ گوشت اور خون کا ایک کھلونا چاک پر سے اُترا ہے
اُسے وجود عطا کیا گیا ہے۔ یہ انسان اور انسان کی چھوٹی سی تصویر بہت سے مدارج
منوطے کر کے سامنے آئی ہے۔ بچہ سامنے آیا ہے کہ انسان کی نگاہ کے سامنے بہت سے
مدارج طے کرے۔ ابھی اُسکا بھولا پن نہ خارجی محرکات سے متاثر نہیں ہوا ہے لیکن
ہونے والا ہے۔ دیکھنے والا اُس کے بھولے بھولے چہرہ میں ایک متعین بزرگی پاتا ہے

اُسے اپنی ابتدا یاد آجاتی ہے۔ کہ کبھی ہم بھی ایسے تھے جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم جو اس وقت ہیں اور ہم جو اُس وقت ایسے تھے۔ اس کے درمیانی ہوش کے زمانہ میں ہمارے قوائے ذہنی اور خارجی ایسے خیالات اور افعال سے متاثر ہوئے جن میں سے اکثر اگرچہ محرک ندامت نہ تھے لیکن بہت سے ایسے سرمایہ شرم تھے جو بار حافظہ کیے جائیں۔ اُسے اپنی اور اس بچہ کی صورت میں انسان کی سوانحعمری کھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ کانپتا ہے اور صنعت الٰہی کا یہ حیرت خیز نمونہ اُسکی گویائی پر قبضہ کر لیتا ہے۔

حیرت۔ خاموشی۔ سنجیدہ وجد اور غیر محسوس رعب کی حالت میں اُسے اسلام کا حکم یاد آتا ہے۔ اور وہ تکبیر کہہ اٹھتا ہے۔ واللہ کوئی دوسرا لفظ نفس موقع کے لحاظ سے اللہ اکبر سے زیادہ موزوں نہیں ہے۔ تکبیر بچہ کے کان میں کہی جاتی ہے۔ یعنی اُس کی سوانح عمری کے پہلے سادہ ورق میں وہ فعل لکھا جاتا ہے جس میں اُسے خدا کی بزرگی بیان کرنے میں شریک کیا تھا۔ یہ فعل خود بچہ نے کہلوایا تھا۔ اس لئے کہ اُس کا وجود اور حلیہ تکبیر کہلوانے کا باعث ہوا۔ اگر اسلام فطری حالت اور قانون قدرت کا مرادف ہے تو کُلّ مولود یولد علی فطرۃ الاسلام سے زیادہ صاف اور صحیح دعوے کس کے پاس نہیں ہے اور نہ کسی نے پیش کیا۔ اسلام ہی کہتا ہے کہ بچہ تو مسلمان پیدا ہوتا ہے لوگ اُسے یہودی وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ سوچئے۔ ولادت کے وقت کی معصومانہ صورت کا نام مسلمان اور اُس کی اُس وقت کی فطرت کا نام اسلام ہے۔ یہ صرف مثال ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ کوئی مثال تمام حالتوں کے اظہار پر حاوی ہو۔ یہاں تو سب سے زیادہ اثر خیز حالت کا ذکر کر دیا ہے۔

برادران ملت! کسی کے نزدیک شاید یہ ایک بے معنی فعل ہو کہ ایک بیہوش بچہ پر اسکا کیا اثر ہے۔ کیا یہ نہیں ہے کہ پہلے الفاظ جو انسانی ارادہ کی قوت نے بچہ کی

سماعت کے حوالہ کئے وہ اپنے خالق کی عظمت کا ذکر ہے اور قلب و دماغ کی سادہ او خنادہ زمین میں یہ پہلا بیج بویا جاتا ہے۔ اور اُس وقت کا خون اپنے دوران کو بغیر اس لطیف بار کے تمام نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بچہ کا ہوش اس فعل کے ادراک سے اس وقت قاصر ہو۔ لیکن بچہ ہی پر کیا موقوف ہے۔ انسان بہت سی باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ لیکن متاثر ہونے کے وقت اس کا احساس نہیں کرتا۔ ہم اکثر باتوں کا اپنے میں میلان طبعی پاتے ہیں جس پر غور کرنے کا ہمیں اپنے ہوش میں اُس کے پیشتر کبھی موقع نہیں ملا۔ لیکن غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خاندان۔ ہمارے قبیلے۔ ہماری قومی روایات میں موجود تھا جو وقت کی ٹھیس پا کر زندہ ہو گیا۔ اور پھر ہماری ذاتی کوششوں سے اس کے بعد اُس میں مزید نشو و نما ہوا۔ زمانہ حال کے ڈاکٹروں سے پوچھو اور وہ تمہیں بتائینگے کہ پیٹ کا بچہ بھی تربیت پذیر ہے۔ اس طرح تاریخ اور زمانہ کی مثالیں شاذ نہیں ہیں جس میں یہ طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے کہ بچے بعض حیثیت کی تعلیم سے متاثر کئے جادیں جو اگرچہ اُس وقت اُن کے ذاتی اجتہاد سے بالا تر تھا۔ لیکن آئندہ کے متعلق امید بلکہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس طرح اُس کا خاصہ طبعی ہو جائیگا۔ مسلمان باپ یا ولی بچہ کی ولادت کے وقت نہ اُسے اپنے حقوق یاد دلاتا ہے نہ اُس کے کانوں کو مال اور حکومت کے لفظ سے آشنا کرتا ہے۔ بلکہ اُسے خدا کے نام کا وارث قرار دیتا ہے۔ خوب کہا ہے کسی نے کہ ہم لا الہ الا اللہ کے ساتھ آئے ہیں اور یہی ہمارا آخری کلمہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

مسلمانو۔ کم سے کم پانچ وقت کی اذان میں ہم تیس مرتبہ اللہ اکبر سنتے ہیں۔ لیکن کیا اس مظہر شان و جلالت ایزدی لفظ کا ہم میں ویسا ہی احساس ہے جیسا کبھی تھا نہیں اس وقت بھی لوگ بیع و شرا میں مشغول ہیں۔ کوئی پھیلا پڑا ہے کوئی مشغول لہو و لعب ہے اور مکروہ افعال میں مبتلا ہے۔ یہ ایک مرتبہ نہیں ہوا ہے کہ اذان کی صدا مسجدوں سے بلند ہو رہی ہے اور لوگوں کی بے توجہی سے میں کہہ اُٹھا کہ اسلام گمرد رہو گیا۔ اسلام

کیا کمزور ہوگا۔ اگر چاند اور سورج اپنے اصول میں کمزور ہو گئے ہوں تو اسلام بھی کمزور ہوگا۔ کمزور تو ہم ہو گئے ہیں کہ جس وقت خدا کی عظمت و جلالت سے ہم اپنے دل و دماغ پر اثر لیتے اور اپنے خاصہ کو بناتے ہم نے اپنی بے توجہی سے اثر کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ ہم نے اپنا نقصان کیا اسلام یا اصول کا کیا بگاڑا۔ یہی تکبیر تھی کہ اس کا زبان پر جاری کرنا مسلمانوں کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بلکہ متوجہ ہونے کا مسلمہ فرض تھا یہی اذان اور تکبیر ہے جس سے غیر مسلموں نے اثر لیا ہے اور اصول کی مدح سرائی کی ہے۔ اصول اسلامی کی قوت کے متعلق ڈاکٹر بارتھ کے اس قول سے آپ کو دلچسپی ہوگی کہ "جو بات نہایت مفید ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ایک ذی حیات اصول ہے اور صرف ضرورت اس کی ہے کہ ایک مصلح اسے لائے جس سے بہت بڑے نتائج متوقع ہیں۔"

اسی موقع پر میں ڈاکٹر لیٹنر کے بعض اقوال پیش کرتا ہوں۔ وہ محمدیت اور اسلام میں ایک لطیف درجہ قائم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "محمدیت نبی عربی کا مذہب نہیں ہے اس لئے کہ اُنہوں نے اس کا اقرار کیا ہے کہ وہ اپنے پیشرو یہود و مسیحیوں کے مذہب کی تلقین کرتے تھے (بلکہ) یہ دونوں مذاہب یعنی یہودیت اور مسیحیت اسلام کے ابتدائی مدارج ہیں جس میں وہ مذہب جو نبی عربی نے تلقین فرمایا خاتم اور مکمل ہے"۔ فرماتے ہیں "نبی عربی کا یہ خیال کہ وہ حضرت ابراہیم کے مذہب کو اپنے ہی لوگوں تک محدود نہ رکھیں اس کا سبب ہوا کہ نوع انسانی میں کروڑہا مخلوقات کو ایک اعلےٰ درجہ تہذیب پر پہنچائیں جو یا تو وحشت میں غرق رہتے یا اُس درجہ اخوت پر نہ پہنچتے جسکا اسلام وعظ ہی نہیں کہتا بلکہ جس پر عمل بھی کرتا ہے"

یورپ کے اصول اخلاق اور طریقہ عمل کا مشرقی مذہب یعنی اسلام سے مقابلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔ "اگر مغربی سوسائٹی اسلام کی بنیاد پر بنتی تو یورپ میں نہیلسٹ

اور سوشلسٹ کا وجود نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اسلام بے قناعتی نہیں سکھاتا اور یہی ہماری تہذیب کی کوشش اور غرض ہے"۔

برادران ملت! یہ تو مشتے از خروارے تھا ورنہ اگر میں چاہتا تو آج کی میری تمام تقریر غیر مسلمین کے اقوال ہی کی ہوتی اور دکھایا جاسکتا کہ اُنھوں نے اسلام کے مختلف شعوب اور شاخوں کے متعلق کس طرح اعتراف کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرت جس وقت سلیم حالت میں رہتی ہے تو اُسے چارہ نہیں کہ اصول فطرت کی عمدگی کا معترف نہ ہو اور ایسے صاحب حواس بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اصول فطرت نا مکمل ہے۔ اس لئے کہ حجامت بنوانے میں اُسترے کی مدد لینی پڑتی ہے! سچ یہ ہے کہ اُنکی عقل کی حجامت بنگئی ہے۔

خیر ان علمائے غیر مسلمین کے اقوال جو میں نے پیش کئے وہ صرف اس امر کے انعکاس کے لئے کہ ایک کامل اور مکمل شریعت اپنے سے پست اصول کے مقابلہ میں زیادہ خصایل ساز ہے اور یہ صرف نظریہ نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام اس کا فیصلہ کرچکی کہ اسلام کی غلامی کے بعد قومیں اور افراد اپنے اخلاق وعادات میں اپنی پہلی حالت سے زیادہ بہتر ہوجاتی ہیں۔ اور آج یورپ کے ایسے ترقی یافتہ ملک کے لئے بھی جس میں بعض خرابیاں نظم جماعت سے پیدا ہوگئی ہیں اُس کے لئے بھی اسلام ہی بہترین علاج تجویز کیا جاتا ہے۔ میں ڈاکٹر لیبٹنر کے اقوال نوٹ کرچکا۔ میں لارڈ ہیڈلین عبداللہ کوئیلیم۔ اور رسل وب کے لکچروں پر آپ کی توجہ منعطف کرتا ہوں۔

اسلام کی سادگی اُس کی قوت ہے۔ اور کیا اچھی بات کہی ہے اس کی سادگی اور اس کی عملی قوت کے متعلق شیخ الاسلام نے جس وقت اُن سے ایک یورپین نے بذریعہ خط پوچھا کہ میں رسومات اسلامی کس سے سیکھوں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ "اُس پہلے مسلمان سے جو تمہیں دکھائی دیجائے۔ اللہ اکبر

کوئی شخص جس نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہے وہ خصایل سازی کے متعلق کثیر آئتیں منتخب کر سکتا ہے۔ اسمیں سے چند پر اکتفا کرتا ہوں۔ خداوند تعالے فرماتا ہے:۔

اکرمکم عند اللہ اتقکم ان الذین امنو و عملو الصالحات اولٰئک الذین خیر البریہ۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ تم میں سے خدا کے نزدیک وہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی بہترین خلق ہیں۔

خدا تمہیں انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم ذوی القربے کے ساتھ سلوک کرو۔ اور تمہیں فحشا منکر اور بغی سے منع کرتا ہے۔

مایخدعون الا انفسہم وما یشعرون (فریب دینے والے فریب نہیں دیتے مگر اپنے نفسوں کو اور اسکا ادراک نہیں کرتے) اس میں ایک بڑا قانون ہے کہ فریب دینے کے قبل تم اپنے کو فریب دیتے ہو۔ اور اپنے خاصہ کو خراب کرتے ہو قبل اس کے کہ تم اپنے دشمن کے ساتھ فریب کر سکو اور اُسے نقصان پہنچاؤ۔

لیس البران تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمٰی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعہدھم اذا عٰہدوا والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (یہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا۔ روز جزا۔ ملائکہ۔ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب اور نبیوں پر ایمان لاؤ۔ اور خدا کی محبت میں صاحبانِ قرابت کو مال دو۔ یتیموں۔ مساکین۔ مسافروں۔ سائلونکو۔ اور غلاموں کو آزاد کرو۔ نماز کو برپا رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ اور عہد کرو تو عہد کو پورا کرو۔ وہ لوگ جو سختیوں کے وقت

صابر ہیں مثل فقر و فاقہ اور مصائب جہاد کے وہی لوگ راست گو اور پرہیزگار ہیں)

آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ یہ آیہ وافی ہدایہ ایک بڑا مجموعہ ہے اُن خصایل ساز صفات کا جسکی کسی انسان اور فرد کو ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اسمیں نہ صرف اعمال ظاہری بلکہ روح مذہب اور اخلاق صفات کو بیان کر دیا ہے۔ اور صبر و برداشت کی ہدایت فرمائی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں کتنی بار لعلکم تتقون۔ لعلکم تذکرون لعلکم تشکرون۔ لعلکم تعقلون آیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ شاید تم تقوے کو اپنا شعار قرار دو۔ شاید تم پند لو۔ شاید تم شکر گذار ہو۔ شاید یا اے کاش تم سمجھو! جن لوگوں نے قرآن مجید کو غور سے پڑھا ہے وہ میرے اس کہنے کی تصدیق کرینگے کہ قرآن مجید کبھی نقیب توحید ہے۔ کبھی ایک استاد ہے جو تادیب کر رہا ہے۔ کہیں ناصح امین ہے جو کمال شیریں لہجہ میں نصیحت کر رہا ہے اور کہیں گنہگاروں کو رحمت کی نقابت سے امیدوار مغفرت بنا رہا ہے۔

اس کے علاوہ کسقدر احادیث ہیں جو خصایل ساز ہیں۔ اور مَیں ایک نہایت صاف اور آسان حدیث عرض کرتا ہوں۔ کہ کسی بندہ مومن کو دیکھکر مسکرانا۔ عبادت ہے میں کہاں سے لفظ لاؤں جو اس تبسم کے قوم گر۔ خصلت گر۔ معاشرت گر قانون کو سمجھاؤں اتنا کہونگا کہ تم مسکرا نہیں سکتے جبتک تمہارا تمام خاصہ روحانی اور جسمانی تم میں وہ حالت نہ پیدا کرے جس کے تعامل کو ہنسنا کہتے ہیں۔ یا۔ فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جسکی تلوار اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

بس اے برادران ملت مَیں اب اختصار کرتا ہوں ورنہ بڑے لوگوں کا تو کیا ذکر خود یہ حقیر اس مضمون پر ایک مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ اب میں آپ کے رسول ؐ کی چند خصلت گر مثالیں دونگا اور اپنی تقریر ختم کر دونگا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب سرور کائناتؐ ایک دن میرے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی نے خدمت رسولؐ میں حاضر ہونے کا اذن طلب کیا۔ آواز سے چہرۂ اقدس پر آثار تکدر پایا گیا۔ مگر اجازت دی۔ وہ شخص آیا۔ گفتگو کی اور چلا گیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ نے حیرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ جس وقت اس شخص نے آواز دی تھی تو چہرۂ مبارک پر آثار تکدر ظاہر ہوئے تھے۔ مگر جب وہ آیا تو حضور نے اس بشاشت سے گفتگو کی کہ گویا کوئی کراہت ہی نہ تھی۔ فرمایا اے عائشہ خدا اُس سے خوش نہیں ہوتا جسے دیکھکر کوئی انسان تکدر ہو۔

کوئی عطر فروش ہے مثل زینب احول کے۔ فرماتے ہیں دیکھ اے زینب مشتری کے ساتھ احسان کرنا فریب نہ دینا۔ یہ زیادہ پرہیزگاری ہے اور مال کو باقی رکھتا ہے۔

ایک انصاری افلاس سے تنگ ہوکر خدمت اقدس میں کچھ طلب کرنے آیا ہے اور حضور اُس کے سوال کے قبل فرماتے ہیں کہ جو شخص سوال کرتا ہے ہم اسکی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اور جو سوال نہیں کرتا خدا اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ شخص غیرت میں آکر چلا گیا۔ مگر بی بی کے کہنے سے پھر آیا۔ اور پھر رسولؐ نے یہی فرمایا۔ تیسری مرتبہ آیا اور پھر یہی سُنکر گھر گیا ایک کلہاڑا لیا جنگل سے لکڑی کاٹی اور بیچی۔ اب روز اسی شغل میں مصروف ہوا۔ یہانتک کہ کچھ زمانہ کے بعد اُس نے اسقدر پس ماندہ کیا کہ اونٹ اور غلام خرید سکا۔ اب اس نے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ اور حضور انورؐ نے فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا تھا کہ جو شخص سوال نہیں کرتا خدا اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ایک ہمسایہ نے دوسرے ہمسایہ کو تکلیف دی ہے۔ مظلوم آکر شکایت کرتا ہے فرماتے ہیں صبر کر۔ دوبارہ تنگ آکر شکایت کرتا ہے پھر صبر کی ہدایت فرماتے ہیں کئی مرتبہ کی تکرار کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا جمعہ کو اپنے گھر کا اسباب نکالکر باہر ڈالدے جب لوگ

اُدھر سے گذریں اور پوچھیں تو کہہ دینا کہ مجھے میرا ہمسایہ اذیت دیتا ہے اب اپنا گھر چھوڑ رہا ہوں۔ اُسنے ایسا ہی کیا۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ جب ظالم ہمسایہ کو اس فعل کی خبر ہوئی تو وہ دوڑا ہوا آیا اور بہ منت ان تمام چیزوں کو گھر پہنچا آیا۔ اور آئندہ اذیت نہ دینے کا عہد کیا۔

ایک متکبر شیخ عرب بیٹھا ہے کوئی فقیر بھی ہے۔ شیخ اُس کی قربت سے کپڑے سمیٹتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے شیخ کیا تجھ میں اس کی غربت سرایت کر گئی۔ شیخ اس کلام معجز نظام سے متاثر ہو کر کہتا ہے۔ کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا اسقدر مال اسے دیا۔ غریب کہتا ہے حاشا یا رسولؐ اللہ کہ میں اسے قبول کروں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں بھی اسی رعونت میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

ایک اصحابی قریب شام خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ چہرۂ ہدایت نما متغیر ہے۔ واپس آتا ہے۔ صبح کو پھر جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ حضورؐ انور اس وقت بشاش ہیں۔ سوال کرتا ہے اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ اے شخص کل شام کو بیت المال میں تین درہم تقسیم سے بچ رہے تھے۔ میں سوچتا تھا کہ کہیں کسی مستحق پر تقسیم کرنے کے قبل حکم الہی نہ پہنچ جائے لیکن اب وہ تقسیم ہو گیا اور اپنے اس فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ ہادی عالم کی ذات اقدس سے پیدا ہوئی بیشمار مثالیں ہیں جن کا چند وقتوں میں بیان ہونا مشکل ہے۔ نہ کہ اسوقت۔

مسلمانوں پر اسکا اثر سمجھانے کے لئے میں بجز اس کے کچھ نہیں کہتا کہ میں تحدی کرتا ہوں کہ کسی مذہب کے شارع کے اتنے اور ایسے وفا شعار۔ محب قوم۔ محب وطن پیرو۔ یا مختصر لفظوں میں ویسے صاحب خصایل دکھادو۔

برادران ملت۔ رسولؐ کو اپنی حیات میں ایک قوم بنانے کی کافی مہلت ملی ہو یا نہ ملی ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُنھوں نے مثالی افراد تیار کئے اور جس حد تک بھی مسلمان ایک قوم کہے جانے کے مستحق ہیں وہ اسی ہر حیثیت کی تعلیم اور اسی

مثالیہ سازی کی بدولت۔

میں اپنی تقریر ختم کر چکا۔ اگر ہمیں خدا کے اس صاف حکم سے تنبیہ نہ ہوگا۔ کہ ہم کسی قوم کو نہیں بدلتے جبتک وہ اپنے کو نہیں بدلتی تو ہم پر بھی خدا کا یہ حکم نافذ ہوگا کہ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اذاجا اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

ہمیں سے خدا کو عداوت نہیں ہے کہ وہ ہمیں جہل۔ افلاس۔ ذلت اور کمزوری کی حالت میں دیکھنا چاہے۔ بلکہ اُس نے ہمیں اختیار دیا ہے کہ اُس کی دی ہوئی نعمتوں سے فایدہ اُٹھائیں۔ ترقی کے ذرائع اختیار کریں۔ اپنے کو سچا۔ غیرت دار۔ باوفا۔ ہمدرد۔ عاقبت اندیش۔ محب قوم۔ محب مذہب بنائیں۔ ہم اپنی ضروریات کے علاوہ قومی ضروریات کے ساتھ خیانت نہ کریں اور اسوقت تم دیکھوگے کہ ان صفات کے نشوونما کیلئے اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا ذریعہ ہے۔ اور وہ شجاعت اور صبر وبرداشت کی مثال کے لئے حسینؑ بنا سکتا ہے! یا حسینؑ کا بھیس اختیار کر سکتا ہے۔

اسلام مذہب یاس نہیں ہے مذہب امید ہے۔ خدا کی اس رسی کو مضبوط تھامو ہمت۔ جراءت۔ محبت اور پاک باطنی سے۔ خدا پر بھروسہ سے۔ رنج وراحت آئینگے اور چلے جائینگے۔ لیکن تمہاری خوبیاں تم میں قائم ہو کر جزو طینت ہو جائینگی۔ اور یہ ابدالاباد تک منتقل ہوتی رہینگی اور آیندہ صاحب خصایل انسان بنائینگی۔ اسلام ایک چراغ ہدایت ہے جو ہمیشہ روشن رہیگا اور سفیر الٰہی کی ذات اقدس ایک سب سے بہتر خصلت گر کتاب ہے جو قیامت تک بولیگی۔

برخیز کہ پُر کنیم پیمانۂ زمے
زاں پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

ریاض

فہرست کتب موجودہ دفتر البرہان

نوٹ - محصول ڈاک بذمہ خریدار ہے - آٹھ آنے سے کم کتابیں بذریعہ وی پی روانہ نہ ہونگی۔ اس سے کم مقدار کے لئے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

البدر التمام - اردو ترجمہ الہیئۃ والاسلام - یہ کتاب اپنی وضع میں بالکل نئی ہے - اسمیں ثابت کیا ہے کہ علم ہیئت جدید جو زمانہ موجودہ کی تحقیقات کا مایۂ ناز ہے - وہ پیغمبر خداؐ اور ان کے اصحاب و اوصیاء کرام اب سے تیرہ سو برس قبل نہایت توضیح کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں - جبکہ نہ علوم کی یہ ترقی تھی اور نہ آلاتِ تحقیق ایجاد ہوئے تھے۔ قیمت ۸ مجلد ۱۲

تحفۃ الاتقیاء - اردو ترجمہ تنزیہ الانبیاء - یہ کتاب تخطیۃ الانبیاء کا جواب ہے جس کے مصنف نے حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ اکثر انبیاء پر الزام لگانے میں دریغ نہیں کیا - اس کتاب کے مصنف نے عصمتِ انبیاء پر براہین عقلیہ قائم کر کے ہر شبہ کا جواب خوبی سے دیا ہے - قیمت ۱۲ مجلد ۱

سحر مبین فی اوصاف المعصومینؑ یعنی چہاردہ معصومین کے سچے اور صحیح فضایل و مناقب میں ایک نادر اور جدید مجموعۂ نظم۔ نہایت خوش خط و خوشنما رنگین و سنہری ٹائٹل پیج قیمت ۸ مجلد ۱۲

اخلاق المعصومینؑ - از حضرت خاتم النبیینؐ تا حضرت خاتم الوصیینؑ چہاردہ معصومین کے مکارم اخلاق کا نمونہ - اردو زبان میں ایسا مجموعہ موجود نہیں - قیمت ۴

طریقۃ الصلوٰۃ - جس میں جملہ واجب اور بعض سنتی نمازوں کے طریق ادا احکام کو اس طرح بیان کیا ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی آسانی سے سیکھ سکتا ہے - قیمت ۲

الدرر الفرائد فی احسن العقائد بچوں کی تعلیم کے لئے ایک نادر اعتقادیہ رسالہ قیمت ۱

صحیفہ رضویہ مع ترجمہ اردو - جو خلیفہ ہارون رشید کی خواہش کے موافق حضرت امام رضاؑ نے تحریر فرمایا تھا جس میں جملہ اصول عقاید کو نہایت مختصر بیان فرمایا ہے - قیمت ۱

مینجر البرہان بازار حکیماں لاہور سے طلب کرو